حیاتِ رضا کی نئی جہتیں
غلام جابر شمس مصباحی
پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات رضا کی نئی جہتیں

غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

البرکات رضا فاونڈیشن، ممبئی

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

کتاب : حیات رضا کی نئی جہتیں

تالیف : غلام جابر شمس مصباحی، پورنوی

تصحیح : مولانا محمد شرافت حسین رضوی

صفحات : ۱۹۲

تعداد : ایک ہزار

اشاعت : ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

قیمت :

باہتمام : بابلا پرنٹرس، گوریگاؤں، ممبئی ۶۲

ناشر: البرکات رضا فاونڈیشن، ممبئی

correspondence

Ghulam jabir shams Misbahi

104,C/ W, Century Park, Pooja Nagar,

Mira Road (E), Mumbai - 401 107,

Ph : 9869328511 / 56293619

Email:Ghulamjabir@yahoo.com

مشمولات

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر تالیف کو اپنے مرشد برحق تاجدار اہل سنت

حضرت مولانا شاہ **محمد مصطفےٰ رضا** خان بریلوی مفتی اعظم ہند

اور ان کے پیر و مرشد، میرے دادا پیر سراج السالکین قدوۃ الواصلین

سیدنا شاہ **ابو الحسین احمد نوری** مارہروی قدس سرہما

کے نام معنون کرتا ہوں۔

ع چہ عجب شاہاں را گر بہ نوازند گدارا

خاک پائے اولیاء و عرفاء

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی عین الدین رشیدی

دریچۂ سخن

میری یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، دراصل میری پی ایچ ڈی کا تیسرا باب ہے۔ یہ باب حیات امام احمد رضا سے متعلق تھا۔ اسے لکھنا شروع کیا، تو ایک ایک بحث الجھتی رہی۔ نئی نئی جہتیں ابھرتی گئیں، چنانچہ لازماً قدرے تفصیل ہوگئی۔ جو فل اسکیپ سائز کے سو صفحوں تک پہونچ گئی۔ مسودہ تحقیق ہو کر صاف ہوا، تو کئی صفحات مزید بڑھ گئے۔ دوسرے ابواب کے تناسب سے یہ دوگنا سے بھی زیادہ ہو چکا تھا۔ جب غور کیا، تو خود میرے ذوق نے اس طوالت کو ناپسند کر دیا۔ لہٰذا اسے جدا کر لیا۔ اس کی تخفیص، نہ محض تلخیص بلکہ مزید کچھ نئے حقائق وہاں پیش کر دیے۔ اب یہ 'حیات رضا کی نئی جہتیں' کے مستقل عنوان سے آپ کے پیش نظر ہے۔

اس کا نام میں نے 'حیات رضا کی نئی جہتیں' رکھا ہے۔ اس میں نئی جہتیں کیا ہیں۔ بتانا قبل از وقت سمجھتا ہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا مجھے قطعاً پسند نہیں۔ میری حقیر کوشش آپ کے سامنے ہے، فیصلہ قارئین کی عدالت کریگی۔ ہاں! اس میں جو خوبیاں ہیں، وہ ان آقاؤں، سرکاروں، سرداروں اور خدا کے خاص بندگان پاک باز کا سرتا پا فیضان ہے۔ جن کی ایک نگاہ التفات کو میری اجاڑ بستیں اور ویران شامیں ترستی رہتی ہیں۔ اور اس میں جو خامیاں ہیں، وہ سب اس بندۂ روسیاہ کے گنہگار ہاتھوں کی کمائی ہے۔ علماء مخلصین میری اصلاح فرمائیں۔ میں بہ کشادہ پیشانی قبول کروں گا۔

ناشکری ہوگی، اور ناشکری میرے نزدیک ایک بدترین جرم ہے، بلکہ اظہار شکر کو میں فرض کا درجہ دیتا ہوں۔ لہٰذا میں سپاس گذار ہوں۔ علامہ مجیب الرحمٰن نوری، مولینا مفتی شرافت حسین رضوی، مولینا مفتی سجاد حسین مصباحی کا کہ دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام، جب بھی طلب کرتے ہیں۔ کھینچے چلے آتے اور کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ مجھ میں کوئی کشش نہیں کہ میں بالکل روکھا پھیکا اکھڑ انسان ہوں۔ یہ محض کام رضا کی مقناطیسیت ہے کہ وہ حضرات کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ بمبئی روشنیوں کا شہر ہے، روپیوں کا شہر ہے، یہاں کی جاگتی ہوئی بھاگتی ہوئی زندگی میں یہ گرامی قدر حضرات اپنا وقت دے دیتے ہیں۔ بڑی قربانی، بڑی مہربانی ہے، خدا ان کی اس خدمت و محبت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ علامہ مجیب الرحمٰن صاحب دارالعلوم قادریہ کنز الایمان اندھیری میں استاذ و ناظم تعلیمات ہیں۔ مفتی محمد شرافت نورالاسلام ہائی اسکول اینڈ جونیر کالج گونڈی میں لکچرار ہیں اور مفتی سجاد صاحب میرے پڑوس کی مسجد میں امام و خطیب ہیں، تینوں مخلص ہیں، محبت والے ہیں، قارئین سے گذارش ہے مجھ روسیاہ کے ساتھ ان حضرات کو بھی دعاؤں میں شامل رکھیں۔

امام احمد رضا مظلوم خویشاں بھی ہیں اور مظلوم بیگانگاں بھی، بیگانوں کا کیا کہنا اور کیا کرنا، کم از کم اپنے ہی ان کی سیرت و علوم، افکار و تعلیمات کو پڑھیں، پھیلائیں، دوسروں تک پہنچائیں، تو بڑی بات ہوگی۔

حضرت مفتی سلیم اختر صاحب اور بھائی جناب صدیق ابوزکریا موسیٰ صاحب کی خاص دلچسپی سے یہ کتاب سامنے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے اخلاص کو قبول فرمائے اور دونوں کے اسلاف و اولاد کو دارین کی نعمتوں سے نوازے۔

غلام جابر شمس مصباحی

خزانہ علوم کی کنجیاں ہیں...... ربانی علماء

اسرار قرآن ان پر کھلتے ہیں...... رموز دین ان سے ملتے ہیں
علم رسالت کے وارث ہیں وہ...... علم نبوت کے نائب ہیں وہ
ان کی بارگاہ ہیں...... خدا کی جلوہ گاہیں ہیں
امت کی پناہ گاہیں ہیں وہ...... ملت کی امید گاہیں ہیں وہ
وہ خدا کی حجت ہیں...... وہ دین حق کی شناخت ہیں
وہ ہدایت وارشاد کے سرچشمے ہیں
ان کو پکڑے رہو...... ان سے لپٹے رہو
وہ صاحب عظمت...... ان کا علم واجب التعظیم
وہ صاحب عرفان...... ان کا فتویٰ واجب الاذعان
زہد وتقویٰ...... ان کی پہچان
ان کا ہو کر رہو...... انہیں لے کر رہو
قرآن!...... انہیں عزت وتوقیر دیتا ہے
ان کی توہین مت کرو...... انہیں بے توقیر مت سمجھو
حدیث!...... انہیں وارث الانبیاء کہتی ہے
ان سے بغض مت رکھو...... ان کی مخالفت پر مت اترو
اچھی طرح یاد کرلو!
ان سے ملنے میں نجات ہے...... ان سے بچنے میں ہلاکت ہے

(پرواز خیال، مطبوعہ لاہور، ص : ۳۷، ۳۸)

حیات امام احمد رضا بریلویؒ

(۱۲۷۲ھ، ۱۸۵۶ء/۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء)

آپ کی ولادت ووفات کی تاریخیں یہ صاف اعلان کرتی ہیں کہ ہنگامی حالات میں ان کی پیدائش ہوئی کہ بعینہ یہی زمانہ حریت ہند کے جوش، استقلال اور انقلاب آزادی کا تھا، سال بھر بعد ہی ۱۸۵۷ء میں یہ جنگ آزادی لڑی گئی، جو ناکام ثابت ہوئی اور پھر ہنگاموں کے ہجوم میں وہ وفات بھی پائے کہ اسی عہد میں اس ناکام جنگ کی تلافی، تدارک اور مکمل آزادی کی تجاویز وتدابیر زوروں پر تھیں۔ تاریخ ہند میں یہ دور مذہبی وسیاسی، ہر دو اعتبار سے بڑا ہی نازک اور اہم گذرا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس دور بلا خیز اور عہد شورش انگیز میں مذہبی ماحول کیا تھا۔ سیاسی احوال کیا تھے اور علی الخصوص ملت اسلامیہ کس بحران سے گذر رہی تھی اور پھر ان تمام جہتوں میں امام احمد رضا کا کردار کیا رہا۔ مزاج ومذاق اور خیال ورجحان مثبت تھا یا منفی، یہ تمام باتیں جاننے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کی حیات وسیرت اور اس کے مبادیات پر ایک اجمالی نظر ڈال لیں۔ پھر علوم وافکار میں تبحر وتنوع اور تحقیقات ونگارشات میں تعمق ورنگارنگی پر گفتگو ہوگی۔ پھر مذہب وسیاست کی بساط پر آئے دن پیدا ہونے والے بھیانک بھونچالوں، طوفانوں اور تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اخیر میں ہم دیکھیں گے کہ نتائج واثرات کے لحاظ سے وہ سرمایہ ملت کا نگہبان، ڈوبتی کشتی ملت کا ناخدا اور جاں بلب معاشرۂ اسلامی کا مسیحا تھا، یا نہیں۔

پیدائش : امام احمد رضا کی ولادت ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو شہر بریلی، صوبہ اتر پردیش میں ہوئی۔ "محمد" نام رکھا گیا۔ جد امجد مولانا محمد رضا خان نے "احمد رضا" تجویز کیا۔ اور اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ تاریخی نام "المختار ہے" [1]
امام احمد رضا بریلوی نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے [2]

حلیہ مبارک : میانہ قد، چھریرا بدن، چمکدار گندمی رنگ، چہرہ پر ہر چیز نہایت موزون و مناسب ملاحت لئے ہوئے، بلند پیشانی، ستواں ناک، ہر دو آنکھیں بہت موزون و خوبصورت، جن میں قدرے تیزی، جو پٹھان قوم کی خاص علامت ہے، ہر دو ابرو کمان ابرو کے مصداق، ڈاڑھی گرہ دار خوبصورت، گردن صراحی دار و بلند، جو سرداری کی علامت ہوتی ہے، اور کنپٹیاں اپنی جگہ مناسب [3] یہ تھا سراپا امام احمد رضا کا۔

ڈاکٹر عابد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی۔ مگر نہایت خوبصورت تھی" [4]

مشہور ادیب و نقاد نیاز فتح پوری نے بھی آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:

---

[1] سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱
[2] محمد مسعود احمد پروفیسر حیات مولانا احمد رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۹ء، ص ۱۴
[3] نسیم بستوی مولانا مجدد اسلام بریلوی رضا اکیڈمی چاہ میراں لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۳۲
[4] عابد علی ڈاکٹر مقالات یوم رضا جلد سوم رضا اکیڈمی چاہ میراں لاہور ص ۱۷

"ان (امام احمد رضا) کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی و خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا" [1]

تعلیم و تکمیل تعلیم : بزرگوں میں یہ روایت رائج و مشہور ہے کہ بچوں کی رسم بسم اللہ خوانی تب کرائی جاتی ہے، جب ان کی عمر چار سال چار ماہ دس دن کی ہوتی ہے۔ برعکس اس کے آپ نے اپنی چار برس کی عمر میں جبکہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں، قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت ذہین تھے، ذہانتوں کی وافر مقدار سے انہیں نوازا گیا تھا۔ انہوں نے خود بھی لکھا ہے:

"میرے استاذ، جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں سن کر میں کتاب بند کر دیتا تھا، جب سبق سنتے، تو حرف بہ حرف، لفظ بہ لفظ سنا دیتا، روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے، ایک دن مجھ سے فرمانے لگے، احمد میاں! یہ تو کہو کہ تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے، مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی، [3]

اس سلسلہ میں آپ نے خود بھی لکھا ہے کہ :

"میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ

---

[1] محمد مسعود احمد پروفیسر خیابان رضا، افتتاحیہ تنظیم وہلی کشمیر لاہور ص ۱۷
[2] محمد بدر الدین مولانا سوانح اعلیٰ حضرت رضا اسلامک مشن نو محلہ مسجد بریلی ص ۹۸
[3] سید محمد ظفر الدین مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۳۲

۱۸۶۹ء کا ہے۔ اُس وقت میں تیرہ برس دس ماہ پانچ دن کا تھا۔ اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے اور اس میں حسن فال ہے کہ میری تاریخ فراغت لفظ ''غفور'' اور زبر و بینات میں لفظ ''تعویذ'' میں ہے۔ جیسا کہ میری ولادت ''المختار'' میں ہے۔[1]

بس یہیں سے ان کی تدریسی، تصنیفی، فتویٰ نویسی، اصلاح معاشرہ اور دیگر دینی خدمات کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ان کی حیات بھر (۱۹۲۱ء) بڑی برق رفتاری سے جاری رہتا ہے۔ انہوں نے خود لکھا ہے:

''بحمدہ تعالیٰ فقیر ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر ۷ دن اور زندگی بالخیر ہے، تو اس شعبان کو فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے''[2]

وہ کون تھا، وہ کیا تھا، اس کی کتاب زندگی، اس کے اوراق حیات اور دفتر خدمات کھلیں گے مگر یہ سب ذرا بعد میں۔ پہلے ان کے خاندانی پس منظر میں بنظر اختصار جھانکتے چلیں کہ جن پشتوں تک امام احمد رضا کا نسب و نسل جڑی ہوئی ہے، ان کے احوال و اعمال اور معمولات و اشغال کیا تھے، ان کی پرانی پیڑھیوں، پشتوں اور پرکھوں کی روایات و خصوصیات زندگی کیا تھیں، مزاج و ماحول کیا تھا، علم و فضل، تقویٰ وورع، شجاعت و بہادری، اسلامی اسپرٹ، اشواق و اذواق اور اذہان و افکار میں دینی رچاؤ، تعلق بالرسالت اور اس میں عشق و مستی، حدود اللہ و احکام شرع کے قیام و نفاذ اور ان پر عمل کرنے میں وہ کس رتبے پر فائز تھے۔

---

1. احمد رضا خان امام، الاجازۃ المتینۃ، ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۵۹
2. غلام جابر مصباحی، کلیات مکاتیب رضا، دارالعلوم قادریہ صابریہ کلیر شریف، ۲۰۰۵ء، ۱/۳۶۵

خاندانی پس منظر:

امام احمد رضا افغانی النسل تھے۔ افغانوں کے معزز و مؤقر قبیلہ ''بڑھیچ'' سے ان کا تعلق تھا، جو بزرگ خطۂ قندھار سے متحدہ ہندوستان کے شہر لاہور میں آئے، وہ محمد سعید اللہ خان تھے، ان تک امام احمد رضا کا نسب نامہ کچھ یوں ہے۔ امام احمد رضا بن مفتی نقی علی خان بن مفتی شاہ محمد رضا علی خان بن مولانا حافظ کاظم علی خان بن شاہ اعظم علی خان بن محمد سعادت یار خان بن محمد سعید اللہ خان،[1] خدا کی رحمت ہو، ان پر اور ان کے وابستگان پر۔

محمد سعید اللہ خان کے مورث اعلیٰ حضرت قیس عبدالرشید تھے۔ انہیں شرف صحابیت حاصل تھا، افغانوں میں اسلام انہیں کے ذریعہ پھیلا، خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت قیس عبدالرشید کو بشارت دی تھی کہ اس مرد جری سے میری امت میں ایک عظیم طائفہ پیدا ہوگا۔ جو جرأت و شجاعت میں لاثانی اور دین اسلام کا ''بطان'' ہوگا، حضرت عبدالرشید کا سلسلۂ نسب ۳۴ واسطوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔[2]

حضرت عبدالرشید کی شادی مشہور سپہ سالار صحابی رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر ''مطاہرہ'' سے ہوئی تھی، آپ کا وصال ۸۷ سال کی عمر میں ہوا۔[3]

---

1. سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی، ۱۹۹۳ء، ۱/۳
2. محمد اکبر اعوان ایل ایل بی، شاہ احمد [illegible]، المختار پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۲
3. مرزا عبدالوحید بیگ ایل ایل بی، حیات مفتی اعظم ہند، ادارہ تحقیقات مفتی اعظم، بریلی، ۱۹۹۰ء، ۱/۱۹

شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خان شاہان مغلیہ کے عہد میں لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا ''شیش محل'' آپ ہی کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ ''ششش ہزاری'' کے عہدہ پر بھی جلوہ آرا ہوئے اور ''شجاعت جنگ'' کا خطاب ملا۔ ۱

شجاعت جنگ کے فرزند محمد سعادت یار خان کو حکومت مغلیہ نے ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی، روہیلکھنڈ بھیجا اور آپ اس مہم میں کامیاب و فتحیاب بھی ہوئے، اس فتحیابی پر فرمان شاہی جاری ہوا کہ آپ کو اس علاقہ کا صوبہ دار بنایا گیا ہے۔ مگر یہ شاہی فرمان اس وقت پہنچا، جب آپ بستر مرگ پہ تھے اور زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے۔

مغلیہ دور حکومت میں بھی آپ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور وزیر مالیہ بھی تھے۔ سلطان نے آپ کو چند مواضعات ضلع ''بدایوں'' میں معافی دیئے تھے۔

سعادت یار خان کے تین بیٹے تھے۔ محمد اعظم خان، محمد معظم خان اور محمد مکرم خان، تینوں بڑے نامور اور حکومت کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ شاہ محمد اعظم خان کچھ دنوں تک حکومتی عہدۂ وزارت پر فائز رہے، پھر امور سلطنت سے بالکل کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے ترک دنیا کر کے شہر ''بریلی'' کے محلّہ ''معماران'' میں اقامت اختیار فرمالیا۔ وہیں آپ مدفون بھی ہیں۔ آپ کا شمار صاحب کرامت اولیاء میں ہوتا ہے، ان کے بیٹے شاہ محمد کاظم علی خان شہر ''بدایوں'' کے تحصیل دار تھے۔ دو سو سواروں کی بٹالین ان کے ہاں رہا کرتی تھی۔ حکومت وقت

۱ سید محمد ظفر الدین رضوی مولٰنا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۳

کی طرف سے آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔ ۱

جد امجد: امام احمد رضا کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے جد امجد شاہ مفتی محمد رضا علی خان اپنے وقت کے صاحب فضیلت عالم و بزرگ تھے، وہ ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو بریلی میں پیدا ہوئے، جملہ علوم و فنون کی تکمیل ۲۳ برس کی عمر ۱۲۴۷ھ میں کرلی۔ مولٰنا خلیل الرحمٰن ولد محمد عرفان رامپوری ۲ سے ٹونک میں درس لیا، آپ نے علم فقہ میں خاصی مہارت حاصل کی، اور اپنے خاندان میں ''مسند افتاء'' کی بنیاد ڈالی۔ جو آج چھٹی پشت میں بھی جاری ہے۔ اس خاندان میں آپ ہی نے تلوار سے جہاد میں حصہ بھی لیا اور انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور مجاہدین کی ہر ممکن مدد فرمائی۔ آپ نے جنرل بخت خان کے ساتھ مل کر بریلی میں انگریزوں کو شکست دی۔ جس کے بعد خان بہادر کو بریلی کا حکمراں مقرر کیا گیا۔

دوسری طرف انگریزوں نے اپنی شکست کے باعث شاہ رضا علی خان کے سر قلم کرنے کی بھاری رقم کا اعلان کیا۔ جو اس وقت پانچ سو روپے مقرر کی گئی تھی ۳ جنرل

۱ سید محمد ظفر الدین رضوی مولٰنا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۳

۲ نوٹ: مولٰنا خلیل الرحمٰن ولد محمد عرفان رامپوری رامپور میں پیدا ہوئے۔ مولٰنا غلام جیلانی رفعت سے درسیات پڑھی، ریاضی، طب، ادب اور فقہ سے خاص مناسبت تھی، امیر خاں والی ٹونک کے آخر زمانہ میں ٹونک گئے۔ مشہور غیر مقلد مولوی حیدر علی سے اکثر مباحثے رہتے تھے۔ مولوی حیدر علی کو ریاست کی سرپرستی حاصل تھی، واپس رامپور آئے، پھر بعہدہ جادو تشریف لے گئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت از شاہ مولٰنا محمود قادری ص ۸۸ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۹۷۶ء بحوالہ تذکرہ کاملان رامپور و تذکرہ علماء ٹونک)

۳ مرزا عبدالوحید بیگ ایم اے ایل ایل بی حیات مفتی اعظم ادارہ تحقیقات مفتی اعظم، بریلی ۱۹۹۰ء ص ۲۹
نوٹ: پروفیسر محمود حسین بریلوی نے ڈاکٹر عبداللہ قادری کو بتایا کہ انہوں نے ان واقعات کو انڈیا آفس گزٹ میں دیکھا ہے۔ (کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن از عبداللہ قادری کراچی)

ہڈسن نہ آپ کو قتل کرا سکا اور نہ ہی گرفتاری عمل میں آئی، البتہ آپ کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں، آپ کا وصال ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء کو ہوا۔ ؎۱

مشہور دانشور پروفیسر محمد مسعود احمد آپ کے عادات و خصائل کے متعلق قصیدہ ''اکسیر اعظم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''عابد و زاہد، صاحب کرامت و صاحب خلق و کرم تھے۔ وعظ و تذکیر میں بلا کی تاثیر تھی۔ کسی کا دل نہ توڑتے۔ خلوت پسند تھے۔ برے سے برے انسان کو بھی برا نہ سمجھتے تھے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کو یہ آرزو ہی رہ گئی کہ وہ سلام میں پہل کریں۔ کبھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہ ہوتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔ تو اس کو معاف کر دیا۔ اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا عبداللہ خان مارا گیا، تو آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ سخت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ؎۲

ہندوستان بھر میں آپ کو جو بلند علمی مقام حاصل تھا، حکیم عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب نزہۃ الخواطر، میں سراہتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''مولانا محمد رضا خان نے ۲۳ برس میں علوم منقول و معقول سے فراغت حاصل کی۔ اپنے ہمعصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی'' ؎۳

آپ ادب و شاعری کا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی سے اس امر میں تعلق تھا۔ انگریزوں سے آپ کو سخت نفرت تھی، ایک شعر

؎۱ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۳
؎۲ محمد مسعود احمد پروفیسر حیات مولانا احمد رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی طبع چہارم ۱۹۹۲ء ص ۱۵، ۱۳
؎۳ عبدالحی حکیم نزہۃ الخواطر مطبوعہ کراچی ۷/۹

ملاحظہ ہو، جس سے اظہار نفرت کی بو آرہی ہے۔

آہ ہم پر ہوا مسلط وبال فرنگیاں: ہمیں ہیں مالک ہمیں ہی آنکھیں دکھائی جارہی ہیں ؎۱

قدیم تذکرہ نویس مولینا رحمان علی مصنف ''تذکرہ علماء ہند'' نے شاہ محمد رضا علی خان سے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے اقران و اماثل اور علماء زمانہ میں مشار الیہ تھے۔ خصوصاً علم فقہ و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی، تقریر نہایت پر تاثیر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ خصوصاً نسبت کلام اور سبقت سلام، زہد و قناعت حلم و تواضع، تجرید و تفرید آپ کی خصوصیات سے تھا۔ ؎۲

امام احمد رضا نے اپنے جد امجد کی ولادت و وفات اور ختم درس کے متعلق عربی زبان میں منظوم تاریخیں کہیں ہیں۔

جد ی کان عا لما — لم یر مثله النظر
بهجة جل من مضی — حجة کل من عنهر
با ن بر مزه الز بر — دان لزمر ه المزمر
قلت لطا نف سری — طیف جماله السحر
تعلم عام اذا ولد — بسید نا الرضا الابر
قا ل ر أیت ا فجا — قلت نظرت قال ذر
قلت فکیف نهتدی — قال ا ضأ نا القمر(پ ۱۲۲۴ھ)

؎۱ ماہنامہ ''ترجمان'' کراچی جولائی ۱۹۷۶ء جنگ آزادی نمبر ۱۸۵۷ء شمارہ ۱ ج ۵ مضمون مولینا اسد نظامی
؎۲ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۳

قلت ختام درسه　　　قال اخار الدور (م ۱۲۴۷ھ)

قلت فصام نعله　　　قال محجل اغر (م ۱۲۴۷ھ) ۱

آپ کے شاگردوں کی کوئی فہرست نہیں ملتی ، البتہ چند اہم شاگردوں کا سراغ ملتا ہے۔ ان میں سے ایک گو زیادہ مشہور نہیں مگر ان کی تصنیف نہایت مشہور ہے۔ مولینا محمد حسن علمی ۲ جن کا خطبہ ہندوستان میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ شہر تو شہر دیہات وقصبات کی مسجدوں تک میں پایا اور پڑھا جاتا ہے۔ مولینا علمی شاہ محمد رضا علی خان کے شاگرد خاص تھے اور انہیں سے بیعت بھی تھے۔ خطبوں کے اختتام پر مصنف خطب نے اپنے استاذ و مرشد شاہ محمد رضا علی خان کو درج ذیل القاب والفاظ سے یاد کیا ہے :

''اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری تعالیٰ عز اسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ﷺ ملقب انک لعلی خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیان و فیضان توفیق واحسان کی عزت بخشے اور ہمارے مرشد مولینا عالم بہ علم ربانی مقبول بارگاہ سبحانی ،مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشف استار فروع و اصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منبل الاشفاق، مصدر احسان، مولینا ومخدومنا، لوذعی زمان رضا علی خان کو بیچ دو جہان کے

---

۱ احمد رضا امام　مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم　مطبع صبح صادق سیتاپور　مشمولہ جواہر البیان فی اسرار الارکان، ص ۹

۲ نوٹ: مولینا محمد حسن علمی بریلی میں پیدا ہوئے، محلہ باجابی سوداگران سے تعلق تھا۔ آپ نہایت عالم وفاضل شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں وصال ہوا، محلہ مسجد کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ معروف محقق وقلمکار طفیل احمد ۔۔۔ نے آپ اور آپ کے خطب علمی کا جامع تعارف اپنے مضمون میں کیا ہے، جو ماہنامہ جہان رضا لاہور شمارہ ستمبر / اکتوبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔ (شمس مصباحی)

اپنی رحمت خاص میں رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچائے، آمین یارب العالمین'' ۱

خطبہ کی تاریخ تالیف خود مؤلف خطب نے لکھی ہے، جس سے ۱۲۲۹ھ کا استخراج ہوتا ہے۔

زمانہ کے مرغوب خطبے لکھے　　　خرد نے کہا خوب خطبے لکھے (۱۲۲۹ھ)

خطبہ علمی کے مصنف کے بارے امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ وناصح اور حضور اقدس ﷺ کے مداح اور میرے حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے۔'' ۲

شاہ محمد رضا علی خان کے ایک دوسرے تلمیذ مولینا ملک محمد علی خان نے ''تصحیح الایمان رد تقویت الایمان'' مرتب کیا، جس میں اس وقت کے علماء بریلی کے فتاوی اور تصدیقات ہیں۔ یہ کتاب آپ ہی کے ایماء سے ترتیب دی گئی، جو چھپ کر اب نایاب ہوگئی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ''رضا لائبریری'' رامپور زیر نمبر مخطوطات ۳۶/۵۷۹ محفوظ ہے۔ مؤلف تصحیح الایمان کی جدہ مرحومہ نے ہی مسجد بی بی جی صاحبہ تعمیر کرائی تھی، جس میں اب دار العلوم مظہر اسلام قائم ہے ۳

والد ماجد: امام احمد رضا کے والد ماجد مولینا نقی علی خان ۳۰ / جمادی الآخر یم رجب ۱۲۴۶ھ کو پیدا ہوئے، وہ اپنے والد ماجد مولینا شاہ محمد رضا علی خان سے جملہ علوم وفنون کی تعلیم پائے، اللہ تعالیٰ نے جودت نظر و حدت فکر اور فہم صائب ورائے ثاقب، ان کو عطا فرمائی تھی، ان کے معاصرین میں نظر نہیں آتی۔ مگر معاد وعقل معاش دونوں کے جامع تھے۔ سخاوت، شجاعت، علو ہمت، مروت اور صدقات وخیرات میں

---

۱ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا　حیات اعلیٰ حضرت　مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء　۱/۶

۲ احمد رضا خان امام　فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ　رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۵ء　۸/۳۳۷

۳ مرزا عبدالوحید بیگ ایل ایل بی　حیات مفتی اعظم　ادارہ تحقیقات مفتی اعظم بریلی ۱۹۹۳ء　۱/۲۳

پیش پیش رہتے، آپ غریبوں سے ملتے، اور امیروں سے کنارہ کش رہتے، [1]

حصول علم وفن کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور اپنے والد مرحوم کی قائم کردہ "مسند افتاء" کی ذمہ داری سنبھالی، تعلیم و تدریس اور فتویٰ نویسی کے علاوہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ دی، آپ کا درس نہایت مشہور تھا، آپ کی ذات مرجع علماء تھی، "مصباح التہذیب" کے نام سے آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ جہاں آپ فی سبیل اللہ تعلیم دیا کرتے تھے، طلباء کی کثیر تعداد رہتی تھی [2]

آپ کو چالیس سے زیادہ علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی، ان علوم وافکار میں تبحر اور زبردست گہرائی آپ کی تصانیف و نگارشات سے عیاں ہے۔ آپ کے ہم عصر علماء وفقہا آپ کی بصیرت کے قائل و معترف تھے۔ درج ذیل علوم پر آپ دستگاہ کامل رکھتے تھے۔

علم القرآن ☆ علم الحدیث ☆ اصول حدیث ☆ فقہ حنفی ☆ فقہ مذاہب اربعہ ☆ علم تفسیر ☆ عقائد و کلام ☆ نحو ☆ صرف ☆ معانی ☆ بیان ☆ بدیع ☆ منطق ☆ فلسفہ ☆ مناظرہ ☆ علم تکسیر ☆ علم ہیئت ☆ علم حساب ☆ علم ہندسہ۔

یہ وہ علوم ہیں، جن کا ذکر امام احمد رضا نے "الاجازة المتینہ" میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ قرأت تجوید ☆ تصوف ☆ سلوک ☆ اخلاق ☆ اسماء الرجال ☆ سیر ☆ تاریخ ☆ لغت ☆ ادب ☆ علم توقیت ☆ مربعات ☆ علم جفر ☆ زائرچہ ☆ نظم عربی ☆ نثر عربی ☆ نظم فارسی ☆ نثر فارسی ☆ نظم اردو ☆ نثر اردو ☆ خط نسخ ☆ خط نستعلیق اور علم الفرائض وغیرہ [3]

آپ صاحب تصانیف بزرگ گذرے ہیں۔ تیس یا چالیس اہم تصانیف آپ

---

[1] نقی علی خان مولانا: جواہر البیان فی اسرار الارکان، مطبع صبح صادق سیتاپور، احوال حیات مصنف از امام احمد رضا ۳۰۶

[2] عبدالوحید بیگ ایل ایل بی: حیات مفتی اعظم، ادارہ تحقیقات مفتی اعظم بریلی، ۱۹۹۰ء، ۱/۳۳

[3] احمد رضا خان امام: ترجمہ امام الاعظم فی تحلیلات امام الاعظم، مطبع صبح صادق سیتاپور، بحوالہ اصول الرشاد قمع مبانی الفساد ص ۴

کی یادگار ہیں۔ امام احمد رضا نے تیس کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: تصانیف اس کی کہ سب مؤیدِ دین و مؤکدِ یقین ہیں۔ تیس کے قریب ہیں، [1]

تصانیف :

۱ الکلام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح [2]

۲ وسیلة النجاة

۳ سرور القلوب فی ذکر المحبوب [3]

۴ جواہر البیان فی اسرار الارکان [4]

---

[1] احمد رضا خان امام: ترجمہ امام الاعظم فی تحلیلات امام الاعظم، مطبع صبح صادق سیتاپور، بحوالہ اصول الرشاد قمع مبانی الفساد ص ۴

[2] نوٹ: علوم کثیرہ پر مشتمل اور عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی اس کتاب سے متاثر ہو کر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے "عشق ہی عشق" نام کی ایک کتاب لکھی، متعارف میں لکھتے ہیں:

سورۂ الم نشرح کی تفسیر "الکلام الاوضح" نظر سے گزری، قرآن حکیم کی آٹھ مختصر آیتوں کی تفسیر بڑے سائز کے ۳۳۸ صفحہ پر پھیلی ہے۔ اللہ اکبر یہ امام احمد رضا کے والد ماجد علامہ نقی علی خان کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں، جس جس سے پڑھتے پڑھتے جب ص ۱۱ پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحل سمندر موتی بکھرے ہوں۔ یا دامن کوہ پر لعل بکھرے ہوں۔ ہر لعل رشک صد لعل بدخشاں۔ تفسیر میں ایک طرف مفسر کے عشق و محبت کا عالم نظر آتا ہے۔ تو دوسری طرف ان کے علم و فضل کی شان نظر آتی ہے۔ بے شمار علوم نقلیہ و عقلیہ کی مصطلحات اور کتابوں کے آٹھ صفحات اس طرح پرو دیے ہیں۔ جیسے لڑی میں موتی (عشق ہی عشق طبع کراچی ۱۹۹۶ء)

[3] نوٹ: ۲۹۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پانچ بار شائع ہو چکی ہے، دوسری اشاعت مطبع نول کشور لکھنو ۱۲۸۹ھ کی ہے، (شمس مصباحی)

[4] یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتاپور سے ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی، اسی کتاب کے صرف ڈھائی صفحوں کی شرح میں امام احمد رضا نے "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" لکھی، وہ خود لکھتے ہیں: فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمّیٰ بنام تاریخی "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء تالیف کیا، (افتتاحیہ جواہر البیان ص ۳۰۷ از امام احمد رضا)

۵ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد [1]

۶ هداية البرية الیٰ الشريعة الاحمديه

۷ اذاقة الاثام لمانعی عمل المولدو القيام [2]

۸ فضل العلم و العلماء [3]

۹ ازالة الاوهام

۱۰ تزکیه الایمان رد تقویت الایمان

۱۱ الکواکب الزهراء فی فضل العلم و العلما [4]

۱۲ الرواية الروية فی الاخلاق النبويه

۱۳ الفقاوة الفقويه فی الخصائص النبوية

---

[1] نوٹ: مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی۔ ہر چند کہ یہ کتاب رد وہابیت پر مشتمل ہے لیکن اعتقادی تحفظ کے حوالے سے اس میں جو جامع اصول آ گئیں بیان کئے گئے ہیں، وہ جماعت اہل سنت کے لئے ایک رہنما اصول سے کم نہیں۔ (شمس مصباحی)

[2] نوٹ: یہ وہ عظیم و ضخیم کتاب ہے، جس سے امام احمد رضا نے "اقامۃ القیامۃ" میں حوالہ دیتے ہوئے استفادہ فرمایا ہے، وسط مارچ ۲۰۰۲ء میں راقم الحروف نے اس کی زیارت کی ہے، کتاب "اذاقۃ الاثام" کا قلمی نسخہ جناب ملا یاقت علی خان محلہ سرحد بریلی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے، جامعہ رضویہ کے استاذ و مفتی مولانا قاضی شہید عالم رضوی بھی اس لینے کے تاک میں تھے، مقابلہ بھی لیا ہوگا۔ (شمس مصباحی)

"اذاقۃ الاثام" پر امام احمد رضا نے حاشیہ لکھا ہے، جس کا نام انہوں نے اشاعۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام لکھا، دس جزو تک چھپ چکے تھے۔ (المجمل المعدد لتالیفات المجدد ص ۳۶ از ملک العلماء مطبع حنفیہ پٹنہ)

[3] نوٹ: علم و علما کی فضیلت و اہمیت پر یہ کتاب متعدد بار متعدد مطبعوں سے چھپ چکی ہے، یہ رسالہ در اصل سورۃ الم نشرح کے ایک مقام کا ایک حصہ خلاصہ ہے۔ شمس مصباحی

[4] نوٹ: اس رسالہ کی تخریج احادیث میں امام احمد رضا نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" تصنیف کیا۔ (مسعود احمد)

۱۴ لمعة النبراس فی آداب الاکل و اللباس

۱۵ التمکن فی تحقیق مسائل التزین

۱۶ احسن الوعاء لآداب الادعاء [1]

۱۷ حيز المحاطيه فی المحاسبة و المراقبة

۱۸ هداية المشتاق الیٰ سير الانفس و الآفاق

۱۹ ارشاد الآداب الیٰ آداب الاحتساب

۲۰ اجمل الفکر فی مباحث الذکر

۲۱ عين المشاهده لحسن المجاهده

۲۲ تشوق الاواه الیٰ طرق محبة الله

۲۳ نهاية السعادة فی تحقيق الهمة والاراده

۲۴ اقوی الذريعة الیٰ تحقيق الطريقة و الشريعة

۲۵ ترويح الارواح فی تفسير سورة الانشراح

۲۶ اصلاح ذات بين موالات [2]

۵ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ اسی نشست میں امام احمد رضا بھی شرف بیعت و خلافت سے شرفیاب ہوئے۔ ۲۶ رشوال ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کو حج بیت اللہ اور زیارت حرمین کے لئے روانہ

---

[1] نوٹ: دعاء کے آداب وہ اہم جو دس فصلوں میں بیان کئے گئے ہیں، اس کی شرح میں امام احمد رضا نے "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" لکھی، مطبع حنفی پریس بریلی سے چھپ کر نایاب ہو گئی تھی، اب ۱۹۷۷ء میں سید شاہ تراب الحق قادری کی جدید ترتیب کے ساتھ کراچی اور مبارک پور سے شائع ہوئی ہے۔ (شمس مصباحی)

[2] محمد نقی علی خان مولانا جواہر البیان فی اسرار الارکان حالات مصنف از امام احمد رضا مطبع سیتاپور ص ۲۰۷

ہوئے۔ جبکہ آپ شدید علالت سے گذر رہے تھے۔ امام احمد رضا بھی شریک سفر اور ہمراہ رکاب تھے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ سید احمد زین بن دحلان مکی (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۸ء) نے اجازت حدیث کی سند سے نوازا۔[۱]

مکرر اجازت حدیث کے بارے میں حکیم عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں:

'الشیخ الفقیہ نقی علی خان بن رضا علی خان بن کاظم علی خان بن اعظم شاہ بن سعادت یار خان الافغانی البریلوی احد الفقہاء الحنفیہ اسند الحدیث عن الشیخ احمدزین دحلان المکی الشافعی'۔[۲]

طبعی طور پر آپ حریت پسند واقع ہوئے تھے۔ انگریزوں سے شدید نفرت تھی، علماء اہل سنت نے جو انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور ''جہاد کمیٹی'' تشکیل دی گئی۔ آپ اس کے فعال رکن تھے۔[۳]

۳۰ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۱ء کو ۵۱ سال کی عمر میں انتقال فرمایا، بروز وصال نماز فجر پڑھی، نماز ظہر عالم سکرات میں ادا ہوئی، زبان سے آخری لفظ ''اللہ'' کہا: اور آخری تحریر بسم اللہ الرحمن الرحیم چھوڑی، بوقت وصال حاضرین نے دیکھا کہ سینے سے ایک نور چمکا اور برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمک کر غائب ہو گیا اور اسی وقت روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔[۴]

امام احمد رضا نے اپنے والد ماجد کی ولادت و وفات کی یہ تاریخیں کہی ہیں:

۱۔ محمد نقی علی خان مولانا — جواہر البیان فی اسرار الارکان — حالات مصنف از امام احمد رضا، مطبع سیتاپور — ص ۴۰۸
۲۔ عبدالحئی حکیم لکھنوی — نزہۃ الخواطر — مطبع کراچی — ۷/۵۹
۳۔ عبدالوحید بیگ ایل ایل بی — حیات مفتی اعظم — ادارہ تحقیقات مفتی اعظم بریلی ۱۹۹۰ء — ۱/۳۷
۴۔ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا — حیات اعلیٰ حضرت — مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی — ۱۹۹۲ء — ۱/۹

تواریخ ولادت:

۱۔ جاء ولی لقی الشباب علی الشان — ۱۲۴۶ھ
۲۔ رضی الاحوال بہی المکان — ۱۲۴۶ھ
۳۔ ہو اجل محقق الافاضل — ۱۲۴۶ھ
۴۔ شہاب المدققین الاماثل — ۱۲۴۶ھ
۵۔ قمر فی برج الشرف — ۱۲۴۶ھ
۶۔ بری من الخوف و الکلف — ۱۲۴۶ھ
۷۔ افضل سباق العلماء — ۱۲۴۶ھ
۸۔ اقدم حذاق الکرماء — ۱۲۴۶ھ[۱]

تواریخ وفات:

۱۔ کان نہایۃ جمع العظماء — ۱۲۹۷ھ
۲۔ خاتمہ اجلۃ الفقہاء — ۱۲۹۷ھ
۳۔ امین اللہ فی الارض ابدا — ۱۲۹۷ھ
۴۔ ان موت العالم موت العالم — ۱۲۹۷ھ
۵۔ وفاۃ عالم الاسلام، ثم فی جمع الانام — ۱۲۹۷ھ
۶۔ خلل فی باب العباد لا یفسد الی یوم القیام — ۱۲۹۷ھ
۷۔ امنحۃ جنۃ اعدت للمتقین — ۱۲۹۷ھ
۸۔ ﷺ علی سیدنا محمد و آلہ و اہلہ اجمعین — ۱۲۹۷ھ[۲]

۱۔ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا — حیات اعلیٰ حضرت — مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء — ۱/۱۰
۲۔ نقی علی خان مولانا — جواہر البیان، حالات مصنف از امام احمد رضا — مطبع صبح صادق سیتاپور — ص ۴۰۹

۹	ان فقد فتلک کلمۃ بہا یہتدی	۱۲۹۶ھ
۱۰	یا غفور	۱۲۹۶ھ
۱۱	کمل لہ ثوابک یوم النشور	۱۲۹۶ھ ل
۱۲	وادخلی فی جنتی و یاعبادی	۱۲۹۶ھ ۲
۱۳	جنات اعدت للمتقین	۱۲۹۶ھ

یہ تھا خاندان امام احمد رضا کا ایک سرسری جائزہ، جسے آپ نے تاریخ و تذکرہ کے جھروکوں سے ہلکا ہلکا دیکھا، تفصیل دیکھنی ہو، تو کہیں اور دیکھئے، کیونکہ یہ مقام تفاصیل و جزئیات کا متحمل نہیں، لہٰذا آیئے خود امام احمد رضا کی کتاب حیات کا ورق ورق الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ وہ کیا دکھائی دیتے ہیں۔

امام احمد رضا ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ ختم کرلیا[۳]۔ چھ سال کی عمر میں مجمع عام کے سامنے منبر پر بیٹھ کر میلاد مبارک کے موضوع پر تقریر کی[۴]۔ آٹھ سال کے ہوئے، تو عربی زبان میں "ہدایۃ النحو" کی شرح لکھی[۵]۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کر کے فاتحہ فراغ پڑھا، اسی دن آپ نے مسئلہ رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ لکھا جواب بالکل درست تھا۔ والد ماجد مولانا نقی علی خان نے خوش[۶] ہو کر فتویٰ نویسی کی اجازت دیدی اور مسند افتاء پر

[۳،۴،۵] محمود احسن بریلوی پروفیسر — سالنامہ "معارف" کراچی شمارہ ۱۵ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء ص ۹۴

[۳،۴،۵] عبد الحکیم شاہجہاں پوری مولانا — سیرت امام احمد رضا — پروگریسو بکس لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۰۲

[۶] نوٹ: امام احمد رضا نے جو فتویٰ لکھا، اصلاح کے لئے والد کی خدمت میں حاضر کیا، جواب صحیح و درست [illegible] خوش ہو کر ایک روپیہ شیرینی کھانے کے لئے دیا، امام احمد رضا [illegible] سید محمد ظفر الدین رضوی سے جب پہلا فتویٰ لکھا [illegible] حسن اتفاق [illegible] (حیات اعلیٰ حضرت ۱/۳۶)

بٹھا دیا، وہ خود اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"بحمدہ تعالیٰ فقیر ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے، اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے"[۱]۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"یہ وہی فتویٰ (یعنی مسئلہ رضاعت سے متعلق) ہے، جو ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتاء عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بحمدہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی، اور ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی، تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن کی تھی۔ جب سے اب تک برابر یہ خدمت لی جا رہی ہے۔ (یہ سلسلہ خدمت تادم حیات ۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ تک متواتر جاری رہا) الحمد للہ[۲]

اپنی عمر کے تیرھویں سال ہی ۱۲۸۵ھ میں آپ نے فن کلام میں بزبان عربی "ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد و الہدایۃ" تصنیف کی۔ سولہویں سال عربی زبان ہی میں "حل خطاء الخط" لکھی، اور جب آپ ۲۲ سال کے تھے، تو ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کو آپ کے قلم سے علم کلام ہی میں "معتبر المطالب فی شیون ابی طالب" نکلی[۳]۔ ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء کو آپ کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ یہ مبارک تقریب

---

[۱] غلام جابر مصباحی — کلیات مکاتیب رضا — دار العلوم قادریہ — کلیر شریف — ۲۰۰۵ء — ۱/۳۵۶

[۲] محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا — الملفوظ — قادری کتاب گھر — بریلی — ۱۹۹۵ء — ۱/۱۱

[۳] غلام جابر مصباحی — عالم اسلام کے عظیم مفکر — امام احمد رضا کانفرنس کمیٹی بلیلی — ۱۹۹۹ء ص ۱۹۲-۱۹۳

شرعی طریقے پر انتہائی سادگی سے انجام پائی، اور کوئی لا یعنی رسم اس موقع پر طرفین سے ادا نہ کی گئی۔[1]

اساتذہ کرام :

جن پاک طینت و بلند سیرت حضرات سے امام احمد رضا نے تعلیم پائی۔ یا جن برگزیدہ بزرگوں سے انہیں حدیث وفقہ کی سندیں ملیں، وہ بلند پایہ شخصیات یہ ہیں :

۱ مولنا مرزا عبدالقادر بیگ[2] (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)
آپ نے ان سے فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

۲ مولنا نقی علی خان بریلوی[3] (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)
ان سے آپ نے ۲۱ علوم پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

۳ پیر و مرشد سید شاہ آل رسول احمدی[4] (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۹ء)
ان سے آپ کو سند حدیث تفویض ہوئی۔

۴ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی[5] (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
موصوف سے امام احمد رضا نے علم تکسیر وغیرہ میں استفادہ کیا۔

۵ مولنا عبدالعلی رامپوری[6] (م ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۹ء)
ان سے آپ نے شرح چغمینی کے چند اسباق کی تعلیم لی۔

---

[1] عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری مولانا سیرت امام احمد رضا پروگریسیو بکس لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۳
[2] [3] [4] سید محمد ظفر الدین رضوی مولنا حیات اعلیٰ حضرت، مکتبۂ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۳۵
[5] [6] سید محمد ظفر الدین رضوی مولنا حیات اعلیٰ حضرت مکتبۂ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء، ص ۳۵

یہ وہ پنج نفوس قدسیہ ہیں، جن سے امام احمد رضا نے سبقاً سبقاً پڑھا، یا صرف بعض علوم میں اکتساب نور کیا، اگر قرآن کریم ناظرہ کے استاذ مرحوم کو جن کا ذکر نہیں ملتا، پیش نظر رکھا جائے، تو اساتذہ کی تعداد چھ ہوگی۔ ماسوا ان کے پڑھنے کے لئے وہ کہیں گئے، نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ بس عطائے الٰہی کی بارش برستی رہی اور علم لدنی وعلم ربانی سے ان کا سینہ معمور ہوتا چلا گیا۔ جس کا ذکر انھوں نے جگہ جگہ خود ہی کیا ہے۔ داخلی شہادتوں کے ساتھ تفصیل ابھی آتی ہے۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۸۰ء کو بلدۃ الحرام مکۃ المکرمہ کے جن تین علمی و روحانی تاجداروں نے آپ کو حدیث وفقہ وسلاسل طریقت کی سندات واجازات سے نوازا جب آپ اپنے والدین کے ہمراہ حج وزیارت کے لئے وہاں حاضر ہوئے تھے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

۱ شیخ الاسلام شیخ احمد زین بن دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے حدیث کی سند مرحمت فرمائی۔

۲ ساداتشیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) مفتی احناف نے فقہ کی اجازت وسند سے سرفراز فرمایا۔

۳ فضیلۃ الشیخ حسین صالح جمال اللیل مکی (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) مفتی شافعیہ نے آپ کی پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کیا۔ آپ کی ضیافت کی اور صحاح ستہ وسلسلہ قادریہ کی سند واجازت دے کر بتکریم واعزازات رخصت کیا۔[1]

حکیم عبدالحئی لکھنوی نے بھی ان تینوں سندوں کا تذکرہ کیا ہے :

---

[1] محمد محمود احمد قادری مولنا تذکرہ علماء اہل سنت سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء، ص ۴۳

"اسند الحدیث عن السید احمد زین دحلان الشافعی المکی و الشیخ عبد الرحمٰن سراج مفتی الاحناف بمکۃ و الشیخ حسین بن صالح جمل اللیل" [1]

امام احمد رضا کی ابتدائی کتب کے استاذ مولینا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی تھے، ان کے والد کا نام حکیم مرزا احسن جان بیگ تھا، محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں سکونت پذیر تھے، حضرت غلام قادر بیگ یکم محرم الحرام ۱۲۴۳ھ/ ۲۵ رجولائی ۱۸۲۷ء کو پیدا ہوئے، بعد میں آپ کے والد مرحوم نے لکھنؤ چھوڑ کر بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی، آپ کی رہائش بریلی کے محلہ قلعہ میں جامع مسجد کی مشرقی جانب تھی، آپ کا رہائشی مکان بریلی میں اب بھی موجود ہے، [2]

آپ کا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں، بلکہ "مرزا" اور "بیگ" کے خطابات واعزازت شاہان مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، اسی مناسبت سے آپ کے خاندانی افراد کے ناموں کے ساتھ "مرزا" اور "بیگ" لکھے جاتے رہے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، حضرت احرار علیہ الرحمہ نسلاً فاروقی تھے، اس طرح آپ کا سلسلہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔[3]

امام احمد رضا کے اجداد بھی شاہان مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں، اسی زمانہ سے دونوں خاندانوں میں قریبی روابط تھے، حضرت غلام قادر بیگ کے حقیقی بھائی حکیم

۱۔ عبدالحی حکیم لکھنوی نزہۃ الخواطر مطبوعہ کراچی، ۸/۲۹

۲۔ ۳۔ ماہنامہ "جہان رضا" لاہور شمارہ جنوری فروری ۱۹۹۵ء مضمون خلیل احمد رانا،

مرزا مطیع اللہ بیگ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ بریلوی کی دو ہمشیرگان امام احمد رضا کے خاندان میں بیاہی گئیں۔

حضرت مرزا غلام قادر بیگ کے بھائی مرزا مطیع اللہ بیگ جب جامع مسجد بریلی کے متولی ہوئے، تو آپ نے مسجد سے ملحقہ امام باڑہ اور جھنڈے وغیرہ اتروا دیئے، آپ کے اس عمل سے بعض شرپسند رافضی لوگ آپ کے خلاف ہوگئے، تو اس وقت امام احمد رضا کے داداشاہ مفتی رضا علی خان نے فتویٰ دیا، کہ متولی مسجد حنفی سنی صحیح العقیدہ ہے اور عمارت مسجد سے امام باڑہ ختم کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ فتویٰ کرم خوردہ حالت میں آج بھی بریلی میں مرزا عبدالوحید بیگ کے پاس موجود ہے۔[1]

حضرت غلام قادر بیگ اور امام احمد رضا کے والد مولینا نقی علی خان کے درمیان پرخلوص تعلقات تھے، اس لئے حضرت غلام قادر نے امام احمد رضا کی تعلیم اپنے ذمہ لے رکھی تھی، آپ کے دیگر تلامذہ آپ کے مطب واقع محلہ قلعہ متصل جامع مسجد بریلی میں حاضر ہوکر درس لیا کرتے تھے، مگر وہ امام احمد رضا کو پڑھانے کے لئے ان کے مکان پر تشریف لایا کرتے تھے۔[2]

میزان منشعب وغیرہ کتب امام احمد رضا نے آپ ہی سے پڑھیں[3]۔ بعد میں خود حضرت غلام قادر نے آپ سے "ہدایہ" کا درس لیا[4]۔ باوجود اس کے امام احمد رضا ان کی حد درجہ عزت واحترام کرتے، ان کی باتوں اور سفارشات کو مانتے، اہم امور

۱۔ ماہنامہ "جہان رضا" لاہور شمارہ جنوری فروری ۱۹۹۵ء مضمون خلیل احمد رانا،

۲۔ ۳۔ ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شمارہ جون ۱۹۸۹ء

۴۔ سید محمد ظفرالدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء، ۱/۳۳

میں لوگ انہیں سفارشی بناتے، تو ان کی سفارش رائیگاں نہیں جاتی، وہ جو کچھ فرماتے، امام احمد رضا قبول کرتے۔ ۱؎

ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی نے انہیں دیکھا تھا۔ لکھتے ہیں:

گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسی سال، ڈاڑھی کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے۔ ۲؎

مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے نام لکھتے ہیں:

''ہم نسلاً مغل نہیں، بلکہ ''مرزا'' اور ''بیگ'' کے خطابات اعزازی مغلیہ حکومت کے عطا کردہ ہیں، ہم سے بہتر ہماری نسل کے متعلق کوئی نہیں جانتا اور اس سلسلہ میں کسی کو لب کشائی کا حق حاصل نہیں، ہمارے خاندان کا کوئی رشتہ ''قادیانی کذاب'' سے نہیں ہے۔ مسلک و عقیدہ کے اعتبار سے ہمارا سارا خاندان ملت اسلامیہ کے ساتھ ہے۔ اور مرزا قادیانی کو کذاب، مرتد اور بد دین مانتے ہیں۔ ۳؎

آگے مزید لکھتے ہیں:

''ہمارا سارا خاندان مسلکاً سنی اور حنفی ہے۔ میرے چھوٹے بڑے دادا مشرباً نقشبندی تھے۔ چھوٹے دادا کے دونوں فرزند بھی نقشبندی تھے۔ ہمارا مرکز عقیدت دہلی کے حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی علیہ الرحمہ سے تھا۔ میرے والد حکیم مرزا محمد

۱؎ ۲؎ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۳۲

۳؎ (الف) مجید اللہ قادری ڈاکٹر کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۹ء ص ۲۳۲ (ب) ماہنامہ ''حجاز جدید'' دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۸۹ء مضمون مرزا عبد الوحید بریلوی نوٹ: مضمون میں مضمون نگار نے اس الزام کی سختی سے تردید کی ہے اور اپنے خاندان کی روایات تحقیق سے پیش کی ہے (شمس مصباحی)

جانی بیگ، والدہ اور بھائی کو میرے چھوٹے دادا مرزا غلام قادر بیگ صاحب نے امام احمد رضا سے قادری سلسلہ میں بیعت کرایا تھا اور میں خود حضرت مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا بریلوی سے شرف بیعت رکھتا ہوں۔ اس لئے ہمارے سارے خاندان کا مسلک اب وہی ہے، جو مولینا احمد رضا کا ہے۔ ۱؎

حضرت غلام قادر بیگ کے دو فرزند تھے۔ مرزا عبد العزیز بیگ، مرزا عبد الحمید بیگ، مرزا عبد العزیز بیگ پہلے رنگون، برما پھر کلکتہ میں طبابت کرتے تھے۔ آخر عمر میں بریلی آکر مقیم ہو گئے۔ اور وفات تک اپنے آبائی مکان میں سکونت پذیر رہے۔ آپ بڑے علم و فضل والے، عابد، تہجد گذار متقی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ۲؎ آپ کا انتقال ۱۴/۱۵/ شعبان ۱۳۷۳ھ کی درمیانی شب میں ہوئی۔ ۳؎

مرزا عبد العزیز بیگ کے نام امام احمد رضا کا ایک مکتوب بھی ملتا ہے۔ جو ۴/ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۶ھ کو لکھا گیا ہے۔ مکتوب میں طب و طباعت کے تعلق سے گیارہ نہایت مفید مشورے دیے گئے ہیں۔ ابتدائی جملوں سے خلوص اور قلبی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں:

برادر عزیز مولینا عبد العزیز سلمہ العزیز عن کل رجیز السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط آیا، خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دست شفاء بخشے اور جفا و شقا سے محفوظ رکھے۔ برادرا! تم طبیب ہو، میں اس فن سے محفوظ، مگر وہ دلی محبت، جو مجھے

۱؎ مجید اللہ قادری ڈاکٹر کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۹ء ص ۲۳۳

۲؎ ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی شمارہ جون ۱۹۸۸ء ص ۳۰

۳؎ عبد العزیز عاصی مولوی تاریخ، تاریخ روہیل کھنڈ و تاریخ بریلی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳۰

تمہارے ساتھ ہے، مجبور کرتی ہے۔ کہ چند حرف تمہارے گوش زد کروں۔[1]

حضرت غلام قادر بیگ سوال کرتے، امام احمد رضا جواب دیتے۔ وہ استفتاء بھیجتے، یہ فتویٰ لکھ کر ارسال کرتے۔ یوں مسائل شرعیہ کی تفہیم ہوتی۔ ان کے کثیر سوالات واستفسارات ملتے ہیں۔ ان کے استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا نے ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۱۸ھ میں دو رسالے علی الترتیب مرتب کئے ہیں۔

۱) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین[2] ۱۳۰۵ھ

۲) الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی[3] ۱۳۱۸ھ

حضرت غلام قادر بیگ اپنے بیٹے مولٰنا عبد العزیز بیگ سے ملنے کبھی رنگون، برما اور کبھی کلکتہ جایا کرتے تھے، مؤخر الذکر رسالہ رنگون سے آئے ہوئے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ کلکتہ میں ان کا قیام کبھی فوجداری بالاخانہ کلکتہ ۳۶، کبھی موتی گلی اور کبھی دھرم تلہ کلکتہ ۶ میں ہوا کرتا تھا۔ وہیں سے انہوں نے بیشتر سوالات بھیجے ہیں۔ کبھی وہ میرٹھ گئے ہیں۔ تو وہاں سے بھی انہوں نے استفتاء کیا ہے، ایک سوال ان کا عظیم آباد پٹنہ سے بھی ملتا ہے۔ تفصیل سوالات مع تواریخ کچھ اس طرح ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول: ص ۴۴۰ ۱۲؍ررمضان ۱۳۱۱ھ

فتاویٰ رضویہ جلد دوم:

ص ۴۸ ۳۰؍ربیع الاول ۱۳۰۸ھ، ص ۸۳ ۲۳؍شعبان ۱۳۱۱ھ

---

[1] ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی یکم جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ

[2] سید محمد ظفر الدین رضوی مولٰنا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱؍۳۳

[3] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ۸۳ - ۱۰؍۱۵

فتاویٰ رضویہ جلد سوم:

ص ۵ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ ص ۸ ۲۱؍رجمادی الآخری ۱۳۱۳ھ

ص ۹۴ ۲؍رجمادی الاول ۱۳۰۷ھ ص ۱۵۸ ۲۶؍رصفر المظفر ۱۳۱۲ھ

ص ۱۶۴ ۵؍رجمادی الآخری ۱۳۱۲ھ ص ۳۱۴ ۱۶؍رذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

ص ۳۲۰ ۱۲؍ررمضان المبارک ۱۳۰۷ھ ص ۳۲۲ ۵؍ررجب مرجب ۱۳۱۱ھ

ص ۳۸۱ ۶؍رصفر المظفر ۱۳۱۳ھ ص ۴۰۲ آخر ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

ص ۴۰۵ ۲۱؍رجمادی الآخری ۱۳۱۳ھ ص ۴۰۷ ۳۰؍ررجب ۱۳۰۸ھ

ص ۴۱۴ ۲۸؍رذی قعدہ ۱۳۰۷ھ ص ۴۴۲ ۱۲؍ر رمضان ۱۳۱۱ھ

ص ۴۵۳ ۱۲؍ررمضان ۱۳۱۱ھ ص ۶۷۷ ۲۶؍رصفر ۱۳۱۲ھ

ص ۶۸۱ ۳؍ررمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

فتاویٰ رضوی جلد چہارم:

ص ۵۱۶ ۱۲؍ررمضان مبارک ۱۳۰۷ھ ص ۵۳۶ ۲۳؍ررمضان ۱۳۱۱ھ

فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم:

ص ۳۱ (تاریخ درج نہیں ہے) ص ۳۴۳ ۲۵؍رذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

فتاویٰ رضویہ جلد نہم:

ص ۵۶ ۸؍ررمضان ۱۳۱۰ھ ص ۶۴ ۱۲؍ررمضان ۱۳۱۱ھ

فتاویٰ رضویہ جلد دہم:

ص ۳۴ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ ص ۴۵ ۵؍رجمادی الاول ۱۳۱۲ھ

ص ۵۰ ۲۸؍ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ (رسالہ)

لاہور کے جناب احسان الٰہی ظہیر صاحب نے اپنی کتاب "البریلویہ" میں

حضرت غلام قادر بیگ بریلوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر کو ایک ہی شخصیت سمجھ لیا ہے۔ "البریلویہ" عربی انگلش اور اردو میں کب کے چھپ چکی ہے اردو ایڈیشن المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

"یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان (امام احمد رضا) کے استاذ مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا"[1] اس کی تصدیق مدینہ منورہ کے قاضی شرع شیخ عطیہ نے بھی کی ہے۔[2] اور پھر ماہنامہ "رابطہ عالم اسلامی" مکہ مکرمہ نے اپنے گمراہ کن اداریاتی نوٹ میں لکھ دیا کہ:

"گمراہ و گمراہ گر بریلوی جماعت، عبدالمصطفیٰ بریلوی نے ۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ کے درمیان قائم کی۔" البریلویت" ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے شہر بریلی کی طرف منسوب ہے، یہ شخص (امام احمد رضا) مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کا شاگرد ہے۔[3]

حق و ہدایت کے حقیقی علمبرداروں نے شیخ عطیہ اور روابطہ عالم اسلامی کو بذریعہ خط متنبہ کیا۔ "البریلویہ" سفید جھوٹ کا پلندہ اور اس کے مندرجات سراسر بے بنیاد ہیں۔ مگر نہ تو شیخ عطیہ نے جواب دیا اور نہ رابطہ عالم اسلامی نے کوئی نوٹس لی، یہ ایک ایسی روش ہے، جو دین و دیانت اور عقل و انصاف کے قطعاً خلاف ہے اور میں اسے ایک ایسا سنگین جرم تصور کرتا ہوں، جس کی سیاہی سات سمندر بھی مل کر دھلنا چاہے، تو دھو نہیں سکتا۔

---

[1] احسان الٰہی ظہیر علامہ البریلویہ المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی ۱۹۹۸ء، ص ۴۱
[2] عطیہ سالم شیخ تقدیم البریلویہ المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی ۱۹۹۸ء، ص ۴۱
[3] ماہنامہ "رابطہ عالم اسلامی" مکہ مکرمہ جمادی الاولیٰ والاخری ۱۴۰۹ھ مطابق فروری، مارچ ۱۹۸۹ء

امام احمد رضا کی شفاف سیرت کا مطالعہ ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ ان پر الزامات کی بوچھار، کوئی نئی روایت نہیں، جب بھی کسی نے ان پر خاک اچھالنے کی کوشش کی اور جب حقائق سامنے آئے، تو ان کا رخ اور زیادہ تابناک ہو کر سامنے آیا اور خود الزام تراش حضرات کے چہرے سیاہیوں میں ڈوبے اور بددیانتی کی کیچڑوں میں لتھڑے نظر آئے، وہ سرعام ذلیل و رسوا ہوئے۔ بالیقین یہ ایک خدائی مار سے کم نہیں، یہ تو دنیا کا حال ہے۔ عقبیٰ کا حشر خدا بہتر جانے۔ نسئل اللہ تعالیٰ الیٰ سواء السبیل،

حضرت غلام قادر بیگ بریلوی اور قادیانی کے بھائی غلام قادر ہرگز شخص واحد نہیں ہیں۔ جیسا کہ ماسبق کے حقائق سے روشن ہو گیا۔ اس کے علاوہ کچھ شواہد اور ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ اس الزام کی کیا حقیقت ہے۔ قادیانی کے بھائی کا انتقال ۱۸۸۳ء میں ہوا، جبکہ حضرت غلام قادر بریلوی ۱۹۱۷ء میں وفات پائے، دونوں کی وفات میں جو فاصلہ ہے، زمین و آسمان سے کہیں زیادہ ہے۔ زمانہ وفات کی اتنی بڑی دوری لاہوری و سعودی کو کیوں نظر نہیں آئی، حیرت بھی حیرت میں ہے۔ لگتا ہے قسم کھا کر بیٹھے ہوں کہ ہم تو وہی کہیں گے، جو سعودی ریاستوں کے ریال کا تقاضا ہے۔ لھم خزی فی الدنیا والآخرہ و ھذا خسران مبین و عصیان عظیم،

پروفیسر محمد ایوب قادری معروف محقق، جماعت اہل سنت کے ایک ذمہ دار عالم کے نام اپنے مکتوب محررہ ۳۱/ مئی ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں: "یہ افتراء محض ہے"۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی قطعاً دوسری شخصیت ہیں۔ تفصیلی جواب ارسال کروں گا، اطمینان فرمایئے۔[1]

---

[1] محمد عبدالحکیم شرف قادری مولانا البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ رضا دارالاشاعت لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۵

شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ سے دوست محمد شاہد نے، مشہور اسلامی اسکالر پروفیسر محمد مسعود احمد کے نام اپنے مکتوب محررہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۸۳ء میں لکھا ہے کہ:

''بڑے بھائی مرزا قادر صاحب نے آپ (مرزا غلام احمد) کے دعوائے مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی، بانس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے'' ۱

مرزا محمد جان بیگ رضوی کی بیاض کے مطابق مولیٰنا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا وصال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا اور محلہ باقر گنج حسین باغ بریلی میں مدفون ہیں ۲

یہ قدرے تفصیل ہمیں بتاتی ہے کہ جناب احسان الٰہی ظہیر کی ''البریلویہ'' جو ایک عظیم دانشور کے بقول، جھوٹ کا پلندہ ہے،۳ بالکل لاف و گذاف کا مجموعہ ہے، یہ بے سروپا اڑانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب ''البریلویہ'' کی حقیقت حکومت پاکستان کے علم میں آئی، تو اس پر پابندی لگا دی گئی، برسوں سے اس پر پابندی لگی ہوئی ہے۔۳

اسی سال حکومت پنجاب پاکستان نے جناب سعید احمد قادری کی کتاب ''رضا خانی مذہب'' پر ۱۹۹۲ء میں پابندی لگائی تھی اور اس کی ساری کاپیاں ضبط کر لی گئیں تھیں۔ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں:

''مرکزی مجلس رضا لاہور نے اس یاوہ گو مؤلف اور رسوائے زمانہ کتاب کے خلاف آواز اٹھانے کا فیصلہ کیا اور حکومت پنجاب کو توجہ دلائی گئی، جس نے بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد ایک نوٹیفکیشن 1-3/H.SPL.111/91 بتاریخ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۲ء

---

۱ محمد عبد الحکیم شرف قادری مولیٰنا البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ رضا دار الاشاعت لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۲۵
۲ ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی شمارہ جون ۱۹۸۸ء ص ۳۰
۳ ۳ محمد عبد الحکیم شرف قادری مولیٰنا البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ رضا دار الاشاعت، لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۴-۱۲

کو جاری کیا، جس میں لکھا کہ:

''رضا خانی مذہب میں ایسا مواد پایا جاتا ہے جس سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور مختلف فرقوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کتاب کو سیکشن 99, A.CPC 1898 کے تحت خلاف قانونی قرار دیا جاتا ہے اور اس کی تمام مطبوعہ جلدیں گورنمنٹ ضبط کرتی ہے۔'' ۱

مشہور ریاضی داں مولیٰنا عبد العلی رامپوری ولد یوسف خان، محلہ راج دوارا، رامپور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مولوی حیدر علی ٹونکی غیر مقلد سے حاصل کی، مفتی شرف الدین رامپوری (م ۱۲۶۸ھ) ملا عبد الرحیم خان (م ۱۲۳۳ھ) اور مولیٰنا رفیع اللہ خان (م ۱۲۸۲ھ) سے دیگر علوم حاصل کئے، شاہ اسحاق دہلوی سے حدیث پڑھی اور حکیم صادق علی دہلوی ۲ سے طب کی تعلیم لی۔

---

۱ ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور شمارہ اگست ۱۹۹۲ء ص ۴۲
۲ نوٹ: دہلی کے حکیم محمد شریف خان کا خاندان علم طب اور ریاست کے حوالے سے بڑا مشہور ہے، شریفی خاندان پاک و ہند میں دینی علم و فضل اور علم طب میں مہارت کی وجہ سے نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہے، اس تحلی کے اثر سے اکابر کرام اور صوفیا عظام کا صدق دل سے احترام کرتے تھے، سارا خاندان عقیدۂ اہل سنت پر کاربند تھا، شاہ اسماعیل دہلوی نے جب علامۃ المسلمین کے عقائد کے خلاف ''تقویۃ الایمان'' لکھی، تو اس کا سب سے پہلا رد حکیم محمد شریف خان کے بیٹے حکیم محمد صادق علی خان، جو مشہور حکیم و سیاست دان حکیم اجمل خان کے جد امجد تھے، کے قلم سے نکلا۔

اس خاندان کی دینداری اور علمیت کی وجہ سے امام احمد رضا سے گہرے روابط تھے، حکیم صادق علی کے بیٹے حکیم محمود خان جو علماء و اولیاء کے نہایت عقیدت کیش تھے فوت ہوئے تو امام احمد رضا نے درج ذیل قطعہ وفات کہا جو ان کی لوح مزار پر کندہ ہے:

بکت العیون لما ترید حمودا ... ابکت شریفا صادقا محمودا
اسفت لفقد الطب عصر عوامہ ... فاضت و هل باستحص فقیدا
اسلت علی نواہ یوم معادہ ... قبر الذی فی الطب مات حمیدا (۱۳۰۹ھ)

(بقیہ حاشیہ ص ۳۹ پر)

علامہ فضل حق خیر آبادی جب رامپور تشریف لائے، تو ان سے حاشیہ قدیمہ پڑھا، پختہ استعداد اور حاضر العلم تھے، طلبہ سے شفقت و مہربانی سے پیش آتے اور ترقی استعداد کا خیال رکھتے تھے۔ باذوق طلباء کو گھر پر بھی درس دیا کرتے تھے۔ تقریباً ۱۸۵۰ء میں آپ کا تقرر بطور مدرس ریاضی مدرسہ عالیہ رامپور میں ہوا اور ۱۸۸۵ء کو اپنے منصب سے سبکدوش ہوگئے۔ ۲؎"

حاشیہ ص ۳۸ کا بقیہ: حکیم صاحب کی وفات کے وقت امام احمد رضا نے ان کے مرقد پر یہ تحریر کرایا۔ "یہ اس شخص کی قبر ہے، جس نے فن طب میں نیک نامی کی زندگی گذاری اور انتقال کے بعد قابل ستائش قرار پایا۔" یونہی حکیم محمود خان کے بڑے بیٹے حاذق الملک حکیم عبد المجید خان کی موت پر امام احمد رضا نے قطعہ تاریخ کہا تھا۔ اس سلسلہ میں مشہور محقق نقاد سید نور محمد قادری لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے حکیم محمد اجمل خان کے بڑے بھائی حاذق الملک حکیم عبد المجید خان کے دینی و علمی کارناموں سے متاثر ہو کر ان کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی لکھا تھا، باوجود کوشش کے مذکورہ عربی قصیدہ دستیاب نہیں ہو سکا"
حکیم محمد نبی خان جمال سویدا (۱۹۰۸ء/۱۹۹۰ء) شریف منزل کے ایک نامور فرزند تھے، عربی، فارسی اور اردو ہندی کے قادر الکلام شاعر تھے، ۱۹۰۸ء کو حکیم محمد جمیل خان کے گھر دہلی میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر گئے۔ وہاں آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حکیم احمد نبی خان کے اشتراک سے لاہور میں "دواخانہ اجمل خان" قائم کیا اور گلبرگ، لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ حکیم محمد نبی خان سویدا کو سید نور محمد قادری (۱۹۳۷ء/۱۹۹۶ء) نے "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" نامی کتاب بھیجی، تو رسید و شکریہ کے طور پر ۲۲ مئی ۱۹۸۷ء کو حکیم محمد نبی خان سویدا نے خط تحریر کیا، امام احمد رضا کے عشق کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے لکھا: حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہمارے خاندان پر خاص کرم تھا، افسوس ہمارے پاس حضرت صاحب کا وہ قصیدہ نہیں، جو موصوف نے حاذق الملک کی تعریف میں لکھا تھا۔ (مکتوب حکیم محمد نبی خان سویدا بنام سید نور محمد قادری محررہ ۲۲ مئی ۱۹۸۷ء)

مولانا حسن رضا بریلوی نے بھی حکیم محمود خان کی تاریخ وفات کہی ہے۔ رحلت محمود عاقبت ۱۳۰۹ھ

شعر: سو رہا ہے مرگ نیک نام تو امروز ... سو طلاب کیوں نہ تاریخ پھر طلا

(نوٹ: یہ تمام معلومات سید نور محمد قادری کے فرزند سید محمد عبد اللہ قادری، واہ کینٹ، لاہور نے اپنے مضمون "اعلیٰ حضرت اور دہلی کا شریفی خاندان" میں جمع کر دی ہیں، جو ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور شمارہ جولائی ۱۹۹۶ء میں چھپا ہے، یہ تحقیقی ہے، تفصیل وہاں دیکھئے۔ (شمس مصباحی)

۱؎ احمد علی شوق حافظ — تذکرہ کاملان رامپور — مطبوعہ دہلی — ۱۹۸۶ء ص ۳۲۹
۲؎ محمد شعائر اللہ خان رامپوری، ماہنامہ "جہان" کراچی — شمارہ ستمبر — ۱۹۸۹ء ص ۴۹

رسالہ "توجیہ" پر بزبان فارسی حاشیہ لکھا، جو مطبع سرور قیصری رامپور میں طبع ہوا۔ ۱؎
علامہ فضل حق خیر آبادی سے "دوانی" کا "حاشیہ قدیمہ" پڑھتے وقت مولانا نور النبی رامپوری آپ کے ہم درس ہوا کرتے۔ آپ کا وصال ۱۳۰۳ھ کو ہوا اور راج دوارا ہی میں مولانا غلام جیلانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ۲؎

یہی وہ منکسر المزاج اور خلیق استاذ تھے، جن سے امام احمد رضا رامپور حاضر ہوئے، تو اتفاقاً شرح چغمینی کے چند اسباق پڑھے تھے، مولانا محمود احمد قادری نے اس کے لئے ۱۲۹۰ھ اور ۱۲۹۱ھ کا درمیانی عرصہ متعین کیا ہے۔ ۳؎ نواب کلب علی خان اور نواب یوسف علی خان مولانا رامپوری کے تلامذہ میں شامل تھے۔

امام احمد رضا نے خود علامہ رامپوری سے چغمینی پڑھنے کی تقریب اور اس کی کیفیت بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"یہ ہے اللہ عزوجل کا فضل اپنے اس بندے پر، جس نے یہ علوم اصلاً کسی سے نہ سیکھے، نہ ان میں کوئی کتاب پڑھی، مگر "تحریر اقلیدس" کی صرف پہلی شکل اور دو جز "تصریح" حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے اور "شرح چغمینی" کے صرف چودہ اوراق جناب مولانا مولوی عبد العلی صاحب رامپوری مرحوم و مغفور سے، وہ بھی جناب کے فرمانے ہی سے، اس وقت عمر ۱۹ سال تھی، و درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا۔ رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا۔ صاحب مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے، مسئلہ امتناع نظیر کا تذکرہ ہوا۔ فقیر نے اس میں وہ

۱؎ احمد علی شوق حافظ — تذکرہ کاملان رامپور — مطبوعہ دہلی — ۱۹۸۶ء ص ۳۲۹
۲؎ عبد السلام خان مولانا — علماء معقولات اور ان کی تصنیفات — مطبوعہ خدا بخش لائبریری پٹنہ ۱۹۹۶ء ص ۳۰۳
۳؎ محمود احمد قادری مولانا — تذکرہ علماء اہل سنت — مکتبہ علویہ رضویہ فیصل آباد — ۱۹۹۲ء ص ۱۱۳

تقریرات بیان کیں کہ مولٰنا ان پر متعجب ہوئے اور فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ عرض کی، درس کئی سال ہوئے ختم ہوگیا۔ سب کچھ اپنے حضرت والد ماجد سے پڑھا۔ فرمایا: شرح چغمنی پڑھی ہے؟ عرض کی، نہ، فرمایا اسے ہم سے پڑھ لو کہ اس فن کا ایسا جاننے والا نہ پاؤ گے۔

ان کے فرمانے سے اس چند روزہ قیام میں یہ پندرہ ورق پڑھے۔ کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا۔ جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا۔ استفسار فرمالیتے، مطلب عرض کر دیتا۔ کسی دن آدھی سطر ہوتی، جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا، اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا، مولٰنا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو[1]

۱۲۹۴ھ کو امام احمد رضا اپنے والد ماجد کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اور سید شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ) کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اسی نشست میں تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ اہل نظر یہاں تک کہتے ہیں کہ: حضرت پیرومرشد اس بیعت کے چند روز پہلے ہی سے یوں نظر آرہے تھے۔ جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں اور جب یہ دونوں حضرات وہاں پہونچے، تو بشاش ہو کر فرمایا! تشریف لائیے۔ آپ کا تو بڑا انتظار ہو رہا تھا۔[2]

اپنے والد کریم کے احوال حیات بیان کرتے ہوئے اس کی یوں صراحت کرتے ہیں:

''۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ء کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت سید الواصلین، سند الکاملین قطب اوانہ و امام زمانہ حضور پر نور سیدنا و مرشدنا مولٰنا و ماوانا ذخری لیومی وغدی حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی تاجدار مسند مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وافاض علینا من برکاتہ ونعماہ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضور پیرومرشد نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل وسند حدیث

---

[1] احمد رضا خان امام کشف العلۃ عن سمت القبلۃ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی ۲۰۰۲ء ص ۱۰۰-۹۹
[2] عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری مولانا سیرت امام احمد رضا پروگریسیو بکس، لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴

عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب (والد ماجد) کے طفیل ان برکات سے شرفیاب ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین[1]

الاجازۃ المتینہ میں اپنے مرشد برحق کا ذکر امام احمد رضا اس طرح کرتے ہیں:

''میں اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار سے راوی ہوں، جو میرے لئے سہارا بھی ہیں اور خزانہ بھی اور دنیا و آخرت میں ذخیرہ بھی، جو شریعت و طریقت کے جامع بھی ہیں اور پاک لوگوں کی دونوں جماعتوں عالموں، عارفوں کے مرجع بھی، جن کی توجہ اصاغر کو اکابر بنا دیتی ہے۔ یعنی سیدنا الشاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ بالرضا السرمدی،[2]

سید شاہ آل رسول سید شاہ آل برکات ستھرے میاں کے منجھلے صاحبزادے تھے، آپ کی ولادت بارہ سو نو ہجری کو ہوئی[3] آپ کی تعلیم و تربیت اور علمی سفر کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے سید شاہ آل حسنین نظمی مارہروی رقمطراز ہیں:

علم ظاہری کی ابتدا اپنے عم مکرم حضور اچھے میاں کے خلیفہ مولوی شاہ عبد المجید اور مولوی شاہ سلامت اللہ سے فرمائی، مولوی نور اور مولوی انوار فرنگی محل سے کتب معقول و کلام فقہ و اصول کی تحصیل و تکمیل فرمائی، ہدایہ، فقہ مولٰنا مفتی محمد عوض عثمانی بدایونی ثم بریلوی الغازی المجاہد سے پڑھی۔ حدیث حضرت مولٰنا شاہ عبد العزیز دہلوی سے پڑھی۔ بعض احادیث مسلسل اور مصافحات و مشابکہ اور بعض سلاسل اور ادعیہ اور صحاح کی سند اجازت پائی۔ علم طب حکیم فرزند علی خان موہانی سے پڑھا، ذات والا جمیع کمالات ظاہرہ و باطن تھی۔[4]

---

[1] نقی علی خان مولٰنا تفسیر سورۃ الم نشرح، حالات مصنف از امام احمد رضا، رضوی کتاب گھر بھیونڈی تھانہ
[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۸۱
[3] محمد میاں قادری سید تاریخ خاندان برکات المجمع المصباحی مبارکپور اعظم گڈھ ۲۰۰۰ء ص ۳۸
[4] آل حسنین نظمی سید مصطفیٰ سے مصطفیٰ حیدر حسن تک مشمولہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۶۷

حضرت آل رسول جو بزم صوفیاء میں خاتم الاکابر کے لقب سے مشہور ہیں، کی ذات کریم نادرۂ روزگار تھی، دست قدرت نے ڈھنگ سے سنوارا تھا، اقلیم علم کی شہر یاری آپ کو زیب دیتی تھی۔ اور جہان معرفت کے تو آپ آخری دانائے راز تھے۔ ظاہری زیبائیوں اور باطنی رعنائیوں کے باوصف آپ حد درجہ منکسر المزاج اور متواضع شخصیت کے مالک تھے، آپ کے فیض یافتوں کی مساعی وکوششوں سے اسلام کی گرتی ہوئی دیوار سنبھل گئی اور اسے پھر سے قوت واستحکام مل گیا۔ [1]

بالتخصیص آپ کو اپنے مرید صادق امام احمد رضا پر بڑا ناز تھا، غالباً اسی لئے آپ نے فرمایا تھا: آج میرے دل سے وہ فکر دور ہوگئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب مجھ سے پوچھے گا کہ آل رسول! تو میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا، الٰہی! میں تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔ [2] کسی نے سچ کہا ہے:

یوں تو جہاں میں پیر بہت ہیں اے برکاتی دیوانو!
میرے رضا کا مرشد ہونا سب کے بس کی بات نہیں
چاروں طرف ہیں دین کے دشمن بیچ میں تنہا میرا رضا
ایسے میں اسلام بچانا سب کے بس کی بات نہیں

آپ کا وصال چہار شنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوا اور دالان شرقی گنبد درگاہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ میں بالیں مزار حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ دفن ہوئے [3]

---

[1] محمود احمد قادری مولانا تذکرہ علماء اہل سنت مکتبہ علویہ رضویہ فیصل آباد ۱۹۷۲ء ص ۴۲
[2] بدرالدین احمد مولانا سوانح اعلیٰ حضرت بحوالہ سیرت امام رضا پروگریسیو لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳
[3] محمد میاں قادری سید تاریخ خاندان برکات المجمع المصباحی مبارکپور اعظم گڈھ ۲۰۰۰ء ص ۳۸

تعداد علوم:

علوم وتعداد علوم کی تفصیل اور ان کے اخذ وحصول کی نوعیت خود امام احمد رضا نے اس عربی سند میں بیان کی ہے۔ جو انہوں نے ۸ر صفر ۱۳۲۴ھ کو حافظ کتب الحرم شیخ سید اسماعیل خلیل مکی کو عنایت کی [1] پھر اسی سند میں قدرے ترمیم واضافہ سے ان علماء و شیوخ حرمین شریفین کو اجازت دی، جنہوں نے باصرار ان سے علوم واذکار کی اجازت چاہی تھی۔ اس مجموعہ سندات کا نام "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" رکھا۔ لکھتے ہیں:

(۱) علم القرآن (۲) علم الحدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ مذاہب اربعہ (۶) اصول فقہ (۷) جدل المہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ۔

فھذہ احدی و عشرون علما اخذت جلھا بل کلھا عن امام العلام خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد [2] یہ اکیس علوم ہیں، جنھیں میں نے اپنے والد قدس سرہ ماجد سے حاصل کئے۔

پھر دس ایسے علوم کا ذکر کیا ہے۔ جن کو انہوں نے بالکل کسی استاذ سے نہیں پڑھا۔ وہ دس یہ ہیں (۲۲) قرآت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون ان علوم کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینۃ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۳۸
[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینۃ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۵۰

اجازۃ مالی اجازتہ من الجھابذہ مما لم اقراہ اصلا علی الاساتذہ۔[1]

ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں۔ جنھیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا، پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت ہے۔

پھر مندرجہ ذیل علوم وفنون ہیں۔ جن کو انہوں نے اپنی طبع سلیم سے حاصل کئے۔

(۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سِتّینی (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیأۃ جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) حصہ جفر (۴۵) حصہ زائچہ۔

پیش نظر ان چودہ علوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

اجازۃ جمیع علوم ما اخذ تھا من احد افاد لا قراۃ ولا سماعا ولا مذاکرۃ بھا تستفاد و انما تفضل القدیر علی ھذا العاجز ا لفقیر ان حللتھا المحض نظری فی کتبھا و اعمال فکری من دون استناد ما الیٰ احد غیری "[2]

ان علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنھیں میں نے کسی سے افادہ بخش استاذ سے حاصل نہیں کیا، نہ پڑھ کر، نہ سن کر، نہ باہمی گفتگو سے۔ مگر اس عاجز فقیر پر رب قدیر نے ایسا فضل فرمایا کہ میں نے انہیں محض کتب بینی سے اور نظر وفکر کے استعمال سے حاصل کر لیا۔ کسی پر اعتماد کر کے اس کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔

---

[1] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص۱۵۰
[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص۱۵۲

ان کے علاوہ پھر دس علوم ہیں، جن کو انہوں نے کسی معلم سے تحصیل نہیں کی، بلکہ یہ تمام علوم انہیں محض فیض آسمانی سے حاصل ہو گئے۔

(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع التجوید[1] (۵۵) علم الفرائض[2]

یہ پچپن علوم ہیں، جن میں سے ۴۸ر ایسے ہیں، جو انہیں فیض الہامی سے حاصل ہوئے[3] ان سارے علوم کے ذکر کے بعد خدائے علیم وخبیر کی پناہ چاہتے ہوئے بطور تشکر وتحدیث نعمت لکھتے ہیں:

"وحاشا للہ! ما قلت فخرا و تعد حایل تحدثا بنعمۃ الکریم المنعم ولا اقول انی ماھر مجید فیھا اوفی غیرھا فما احویھاہ"[4]

اللہ کی پناہ! میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ خود ستائی کے طور پر بیان نہیں کیں، بلکہ منعم کریم کی عطا کردہ نعمت کا ذکر کیا ہے، میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بڑا ماہر ہوں۔

پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

''اس طرح فاضل بریلوی نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی، ان کی تعداد ۵۵ یا اس سے بھی متجاوز ہے، چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا، جو اس طرح علوم وفنون پر دستگاہ رکھتا ہو، پھر بھی

---

[1] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص۱۶۳
[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ الرضویہ لمکل المکۃ البہیہ ص۳۵۱ بحوالہ حیات مولانا احمد رضا ص۳۰
[3] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص۱۵۴
[4] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص۱۶۳

نہیں کہ فاضل بریلوی نے ان کی علوم کی تحصیل کی، بلکہ ہر ایک علم وفن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی۔ [1]

امام علام خود بھی رقمطراز ہیں:

ولی فی کلها بل جلها تحریرات و تعلیقات من زمن طلبی الی هذا الحین [2]

یہ پچپن علوم وفنون ہیں، جن میں بقول ان کے کتب وتصنیفات ہیں۔ کیا امر واقعہ بھی ہے یہ پرکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ گفتگو ذرا دیر بعد میں آئے گی۔ اولاً دیکھنا یہ ہے کہ علم تکسیر، ہیئت، حساب، ہندسہ، ارثماطیقی، جبر ومقابلہ، حساب ستینی، لوغارثمات، علم توقیت، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئت جدیدہ، مربعات، جفر، فلسفہ قدیمہ وجدیدہ، وزائرچہ وغیرہ جو خالص جدید علوم کہلاتے ہیں، ان میں استاذ کا حصہ کتنا ہے، اس تعلق سے ان کا قول یہ ہے کہ:

''معمولی سی چند ابتدائی باتوں کے علاوہ کسی کرم فرما استاذ سے نہیں پڑھا۔ بچپن میں استاذ محترم نے علم فرائض میں وارثوں کے حصے اور ان کی تقسیم کا طریقہ بتایا تھا۔ وہ بھی زبان مبارک سے، کتاب کے بغیر، صرف ایک گھڑی کے اندر اور حساب کے صرف چار قاعدے سکھائے تھے۔

(۱) جمع (۲) تفریق (۳) ضرب (۴) تقسیم

اور علم ہیئت سے شرح چغمینی کے چند اوراق دائرۃ الارتفاع تک پڑھائے تھے اور علم ہندسہ سے نصیر طوسی کی تحریر اقلیدس کی صرف شکل اول کی تعلیم دی تھی۔

---

[1] محمد مسعود احمد پروفیسر فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۹۸ء ص ۷۰

[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۵۶

پھر ان کے والد مکرم مولینا نقی علی خان نے ان میں کیا دیکھا، خدا معلوم کہ انہیں زیادہ پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ اس میں اپنا وقت ضائع نہ کر، تو اپنی فکر اور ذہن کے ذریعہ خود ہی اس سب کو حاصل کر لے گا۔ اپنے آپ کو صرف علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل میں مشغول رکھ۔ [1]

دوسری جگہ وہ یوں لکھتے ہیں:

''حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب وجبر ومقابلہ لوغارثم ومربعات ونجم مثلث کروی وعلم ہیئات قدیم وجدید وزیجات وارثماطیقی وغیرہ میں تصنیفات وتحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کئے۔ تحدثا بنعمۃ اللہ تعالیٰ'' [2]

کراچی یونیورسٹی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر وسربراہ شعبۂ ارضیات ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ان علوم کا قدرے گہرا مطالعہ کیا ہے اور ان کی تصانیف اور تحریرات رائقہ کا تجزیہ کیا ہے۔ اپنے گہرے مطالعے وجائزے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام احمد رضا نہ صرف پچپن بلکہ ستر سے زائد علم وفن پر دستگاہ کامل رکھتے تھے اور اس دعویٰ کی شہادت خود امام احمد رضا کے مخطوطات ہیں، جو طباعت کو ترس رہے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں۔

''راقم الحروف نے علوم جدیدہ کے حوالے سے جو کتب ورسائل اور فقہی مسائل میں جدید علوم کے جزئیات مطالعہ کئے ہیں۔ اس سے مزید مندرجہ ذیل علوم وفنون کی شاخوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح آپ کے علوم وفنون کی تعداد ستر تک جا پہنچتی ہے۔ [3]

---

[1] (الف) احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۶۳
(ب) احمد رضا خان امام الکلمۃ الملہمۃ فی رد الفلسفۃ القدیمہ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۷ء ص ۹

[2] احمد رضا خان امام الکلمۃ الملہمۃ فی رد الفلسفۃ القدیمہ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۷ء ص ۹

[3] مجید اللہ قادری ڈاکٹر قرآن سائنس اور امام احمد رضا المختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۱۷

(۱) علم طبیعات (PHYSICS) (۲) علم حیوانات (ZOOLOGY)
(۳) علم حجریات (MINERALOGY) (۴) علم کیمیا (CHEMISTRY)
(۵) علم طب (MEDICINE) (۶) علم الادویہ (PHARMACY)
(۷) علم معاشیات (ECONOMICS) (۸) علم اقتصادیات (FINANCE)
(۹) علم تجارت (COMMERCE) (۱۰) علم شماریات (STATISTICS)
(۱۱) علم ارضیات (GEOLOGY) (۱۲) علم جغرافیہ (GEOGROPHY)
(۱۳) علم سیاسیات (POLITICAL SCIENCE)،
(۱۴) علم بین الاقوامی (INTERNATIONAL RELATION)
(۱۵) علم معدنیات (EOLOGY) (۱۶) علم اخلاقیات (ETHICS)۔[1]

امام احمد رضا کو دنیائے اسلام کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے[2] مگر ڈاکٹر موصوف کے بقول علوم عقلیہ کے اکثر فنون میں بھی وہ مجدد نظر آتے ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ستر سے زیادہ علوم وفنون پر آپ کے تحقیقی رسائل موجود ہیں۔ جو آپ کو ایک عظیم سائنسدان ثابت کرتے ہیں۔ راقم اس دعویٰ میں غلط نہیں کہ آپ مجدد دین وملت اور مجدد علوم جدیدہ بھی ہیں۔ کاش کہ ان کی تمام تصنیفات عام فہم زبان میں دنیا کے سامنے ان کی زبانوں میں پیش کی جاتی، تو میرا یہ دعویٰ ہے کہ ان کی ہر تحقیقی تصنیف نوبل انعام کی مستحق قرار پاتی۔[3]

انہوں نے اپنی تائید میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

---

۱ مجید اللہ قادری ڈاکٹر قرآن وسائنس اور امام احمد رضا الختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۱۷
۲ محمد مسعود احمد پروفیسر امام احمد رضا اور عالم اسلام ادارہ مسعودیہ کراچی طبع دوم ۲۰۰۰ء ص ۶۴
۳ مجید اللہ قادری ڈاکٹر قرآن وسائنس اور امام احمد رضا الختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۴۲

اپنے ملک میں اتنا بڑا اکسپرٹ (expert) موجود ہے۔ تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا، وقت ضائع کیا۔[1]

پروفیسر محمد مسعود احمد اپنے کلمات تقدیم میں لکھتے ہیں:

"اب تک تو یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے اور بعض معاندین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا۔ مگر علوم وفنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ستر سے زیادہ علوم وفنون میں عبور رکھتے تھے۔ تقریباً پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی ایک جلیل القدر عالم وبزرگ گزرے ہیں۔ تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ۶۴ علوم وفنون پر عبور رکھتے تھے، مگر پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے۔[2]

سید ریاست علی قادری کراچی اور مولانا عبد الستار ہمدانی پوربندر گجرات کی بھی تحریریں نظر سے گزر چکی ہیں، ان دونوں نے اپنے اپنے معیار تحقیق کے مطابق یہ ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں کہ امام احمد رضا کو ایک سو پانچ اور ایک سو پندرہ علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی، مطالعہ کیا تھا، اب کہ عرصہ ہوا۔ ذہن میں نہیں رہا، حوالوں کی تلاش ہے، ملنے پر معلوم ہوگا کہ دونوں کے دعوؤں میں کتنی صداقت اور دلیل میں کتنا وزن ہے۔ دعویٰ مع دلیل ہونے سے تو قابل قبول ہو سکتا ہے۔ ورنہ رد کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے جو باتیں کہیں ہیں، ماننے جیسی ہیں کہ انہوں نے

---

۱ مجید اللہ قادری ڈاکٹر قرآن وسائنس اور امام احمد رضا الختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۴۳
۲ محمد مسعود احمد پروفیسر قرآن سائنس اور امام احمد رضا تقدیم الختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳،۵

اپنے دعویٰ کو دلیلوں سے ثابت کر دکھایا ہے۔ بہر کیف علوم و تعداد علوم ۵۵ ہوں یا ستر یا پھر ۱۰۵ اور ایک سو پندرہ ہوں۔ یہ تو طے ہے کہ انہیں کثیر در کثیر علوم میں مہارت و ممارست حاصل تھی اور علم و فن کی ہر شاخ پر انہیں بیٹھنے کا موقع ملا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے علوم جو مٹنے کو تھے، ان کو انہوں نے نہ صرف یہ کہ نئی زندگی دی۔ بلکہ ان کے کارواں کو آگے بڑھایا اور غائر مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ بہت سے علوم و قوائد کے وہ خود موجد تھے اور مصنف بھی جیسا کہ گذر چکا۔ یہ بحث پھر آگے آتی ہے۔

تعداد تصانیف:

امام احمد رضا کثیر التصانیف بزرگ گذرے ہیں اور وہ اپنے عہد کے نہایت ممتاز مصنف تھے۔ ان کی تصانیف، جمع و تالیف کا نام نہیں، بلکہ فی الواقع وہ مصنف تھے۔ بتمام و کمال وہ لفظ مصنف کے مصداق تھے اور تحقیق و نگارش کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز و متمکن۔ بشمول ان کے کئی لوگوں نے مختلف وقتوں میں مختلف تعداد تصانیف بتائی ہے۔ ان کی تعداد تصانیف کے ارتقائی ادوار کا جائزہ لیتے ہیں، جو ان کی عمر کے گیارھویں سال سے لیکر ان کی وفات تک کے دورانیہ پر محیط ہیں۔ گویا پورے ستاون سال تک ان کا برق بار و صبار فتار قلم چلتا رہا۔ تو لیجئے ان کی تصانیف کے ادوار مراحل پر ایک نظر ڈالئے۔

۱۳۰۵ھ کو قدیم تذکرہ نویس مولینا رحمان علی نے "تذکرہ علماء ہند" لکھی، تو سب سے پہلے انہوں نے ان کی تصانیف کی تعداد ۷۵ بتائی، انہوں نے لکھا: تصانیف وے تا ایں زماں ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند۔ [1]

---

[1] رحمان علی مولینا تذکرہ علماء ہند مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ ص ۱۸

نوٹ: اس وقت مصنف کی عمر ۳۲ سال کی رہی ہوگی، بچھ کم ۱۴ سال کی عمر میں فارغ ہو کر علمی دنیا میں قدم رکھا۔ (گویا یہ ۷۵ مجلد کتب ابتدائی ۱۸ برس کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ (شمس مصباحی)

۱۳۰۷ھ میں خود امام احمد رضا نے اپنی تصنیفات کی تعداد سو بتائی ہے۔ اپنی کتاب "سبحان السبوح عن کذب مقبوح" کے اختتامیہ میں لکھتے ہیں:

"فللہ الحمد والمنۃ! کہ آج اس مبارک رسالے، سنت کے قبالے، رنگ صدق جمانے والے، زنگ کذب گمانے والے سے علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا" [1] واضح رہے کہ حواشی اور علوم عقلیہ کی کتابیں اس سے الگ ہیں۔

۱۳۱۳ھ میں انہوں نے "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" لکھی، اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"فقیر حقیر غفر اللہ القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماوراء میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے، ہمیشہ یہ التزام رہا ہے...... [2] یہاں بھی خیال رہے کہ یہ تعداد ان تصانیف کی ہے، جو رد و مناظرہ میں لکھی گئی ہیں۔

۱۳۱۶ھ میں ان کے قلم سے "وفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین" نکلی، اس کے آخری سطور میں یوں لکھا ہے: الحمد للہ آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا۔ [3] پھر ۱۳۱۹ھ میں لکھا ہے کہ بحمدہ تعالیٰ، ایک سو لوے سے متجاوز ہے۔ [4]

۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا نے علماء حجاز اور مشائخ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے

---

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۳ء ۶/۷۴۳
[2] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۳ء ۶/۳۳۵
[3] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۳ء ۶/۳۴۶
[4] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۳ء ۶/۳۳۵ حاشیہ

نام ان کے اصرار پر سندیں جاری کیں، سب سے پہلی سند جو شیخ سید خلیل اسماعیل کے لئے لکھی گئی۔ اس میں اور بعد کی سندات میں بھی اپنی تصانیف کا ذکر کیا اور لکھا:

"میں نے سید محترم کو اپنی تمام تصانیف کی بھی اجازت دی۔ جو اس وقت دو سو تک پہنچ چکی ہیں اور رب تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی لکھی جائیں گی۔ اس میں ایک فتاویٰ بنام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" بھی ہے۔ جس کی تکررات کے علاوہ سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں اور رب مجید کے فضل و کرم سے مزید جلدوں کی امید ہے۔ [1]

سند مذکور اور شیخ خلیل و اسماعیل بلدۃ الحرام ہی میں اپنی شاہکار کتاب "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" علماء عالم اسلام کے سامنے پیش کی، اس میں بھی انہوں نے اپنی دو سو تصانیف بتائی۔ لکھتے ہیں:

"میں نے ابتک دو سو کتابیں لکھی ہیں" [2] آپ کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خان جو کتاب مذکور کے مترجم ہیں۔ پیش کردہ عبارت کے حاشیہ میں یوں صراحت کرتے ہیں: یہ وہ تعداد ہے، جو صرف رد وہابیہ میں ہے، ورنہ بحمد اللہ چار سو سے زائد ہے" [3]

محشی کی عبارت کے سیاق و سباق سے حاشیہ نگار کی صراحت مبنی بر صداقت معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ ترجمہ و حاشیہ کا کام بریلی میں غالباً ۱۳۲۵ھ کو ہوا ہے، کیونکہ خود مصنف علام نے ۱۳۲۵ھ میں کتاب مذکور پر نظر ثانی کی اور خود مختصر حواشی

---

[1] احمد رضا خان امام، الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ، ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۷۱

[2] احمد رضا خان امام، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۱۱

[3] احمد رضا خان امام، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۱۱ حاشیہ

لکھے، جس کا نام "الفیوض المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ" رکھا گیا اور یہی کتاب "اقتائے حرمین کا تازہ عطیہ" کے نام سے ۱۳۲۸ھ میں سب سے پہلی بار مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے شائع ہوئی، کتاب "اقتائے حرمین" پر حضرت مولانا سید عبد الرحمن قادری رضوی بہاری، بہار نے پانچ صفحے کا ابتدائیہ لکھا ہے، جو ۹ر شعبان ۱۳۲۸ھ کو لکھا گیا ہے۔ [1]

"اقتائے حرمین کا تازہ عطیہ" دراصل غایۃ المامول" کے جواب میں ہے، جو امام احمد رضا کے حریفوں کی طرف سے لکھی اور چھاپی گئی تھی اور اس کے ذریعہ غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں۔ اس لئے فوری طور پر "اقتائے حرمین" چھاپی گئی تھی اور ۱۹ر شعبان ۱۳۲۸ھ کو مدرسہ منظر اسلام کے سالانہ جلسہ میں تقسیم ہوئی۔ [2] حسن اتفاق سے کتاب مذکور راقم بے مایہ کی میز پر تحریر سطور کے وقت موجود ہے۔

"الدولۃ المکیہ" کا خلاصہ خود مصنف کے قلم سے ہوا ہے جو ص ۷ سے ص ۱۷ تک ہے، پھر علماء حرمین کی تقریظات ہیں، جو تعداد میں بیس ہیں۔ [3]

ڈیرہ غازی خان، پاکستان کے معروف عالم دین حضرت مولانا قاضی غلام

---

[1] احمد رضا خان امام، اقتائے حرمین کا تازہ عطیہ، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۲۸ھ ص ۶

[2] ڈاکٹر محمد مسعود احمد/ محمد عبد الستار طاہر آئینہ رضویات حصہ دوم ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳۲۲

[3] نوٹ: پھر ایک عرصہ بعد "الدولۃ المکیہ" اصل متن اور تقاریظ کے ساتھ دوبارہ بریلی سے شائع ہوئی، اور یہی وہ ایڈیشن ہے، جس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کا اردو ترجمہ طبع ہوا۔ ۱۳۷۴ھ کو کراچی کے الحاج محمد شفیع قادری نے اپنے اشاعتی ادارہ "المکتب" سے شائع کیا۔ جس میں پہلی بار ۶۰ علماء عرب کی تقاریظ طبع ہوئیں۔ مگر پھر وہ تمام تقریظیں نہ چھپ سکیں جو ۶۰ سے زائد علماء عرب و مشائخ عرب نے قلمبند کی تھیں۔ مثلاً شام کے نامور عالم دین و بزرگ صوفی علامہ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی علیہ الرحمہ (۱۲۹۷ھ/ ۱۳۶۲ھ) وغیرہ کی تقریظ، علامہ دمشقی ۱۹۳۱ء تا ۱۹۴۳ء دمشق، شام کے صدر بھی رہے۔ (بقیہ حاشیہ ص ۵۵ پر)

یٰسین کے نام ایک مکتوب جو غیر مورخ ہے، میں آپ نے تعداد تصانیف چار سو لکھی ہے۔ لکھتے ہیں:

فقیر کی چار سو تصانیف میں سے ابھی سو بھی طبع نہ ہوئیں۔ ۱؎ اس تعداد کی تائید ایک دوسرے مکتوب سے بھی ہوتی ہے، جو انجمن نعمانیہ لاہور کے صدر نشین حضرت مولانا محرم علی چشتی کے نام امضاء ہوا ہے۔ اس پر تاریخ ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ ہے۔ لکھتے ہیں:

(ص ۵۴ کا بقیہ حاشیہ)

۱۴۰۳ھ میں پروفیسر محمد مسعود احمد نے "امام احمد رضا اور عالم اسلام" لکھی، جو کراچی سے شائع ہوئی، اس میں انہوں نے ۳۱ عرب تقریظوں کے اصل مخطوط کا عکس چھپایا، جو ص ۱۰۵ تا ص ۱۲۸ زینت کتاب ہے۔ پھر ص ۱۲۹ تا ۱۴۳ ۳۸ تقریظات کا اردو ترجمہ تلخیص شامل کتاب ہے، تلخیص کا اردو ترجمہ نگار حضرت مولانا عبد الرحمٰن شمسوی ہیں، علامہ اقبال احمد فاروقی لاہور فکر رضا کے قدیم خدمت گار ہیں، جن کا پرکشش قلم ایک جہان کو متاثر کیا ہوا ہے، انہوں نے بتقاضائے عصر حاضر ۱۹۸۱ء میں "الدولۃ المکیہ" کی ترتیب و تہذیب و ترجمہ نو کیا، جسے انہوں نے اپنے "مکتبہ نبویہ" سے ۱۴۰۲ھ میں شائع کیا اس میں علامہ فاروقی نے "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں شامل مترجم تقریظات میں سے ۳۵ تقاریظ اپنی ترتیب کتاب میں شریک اشاعت کر دی ہیں، جو ص ۱۵۳ تا ۱۹۳ رونق کتاب ہیں،

ہند و پاک اور ترکی سے "الدولۃ المکیہ" کا دسیوں ایڈیشن نکلا، مگر بریلی اور دار العلوم امجدیہ کراچی میں موجود تمام نگارشات تشنہ طباعت رہیں، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ناظم اعلیٰ اور تنظیم المدارس پاکستان کے سربراہ اعلیٰ حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی، جو اپنی خاموش ذات میں کام کی مشین، برکت الزمان اور انجمن در انجمن تھے، نے رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے "الدولۃ المکیہ" مع جملہ تقریظات اور بعد میں اس پر لکھی گئی امام احمد رضا کی تعلیقات "الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ" کے ساتھ جدید انداز میں مع حواشی و تخریجات شائع کر دی ہے، رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو شائع ہونے والی یہ کتاب اب ۲۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، حضرت مفتی صاحب موصوف کو خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ الدولۃ المکیہ کی تصنیف اور اس کی تقریظات کا تفصیلی پس منظر جاننے کے لئے الملفوظ حصہ دوم کے شروع اوراق کا مطالعہ کریں۔ (شمس مصباحی)

۱؎ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا قاضی غلام یٰسین، ڈیرہ غازی خان، مطبوعہ ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شمارہ مئی ۱۹۹۵ء، ص ۱۰

''نیاز مند کی چار سو تصانیف میں سے کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں، اور ہزاروں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم ہوا کیں۔ جس کے سبب جو رسالہ چھپا، جلد ختم ہو گیا بعض تین تین چار چار بار چھپے۔ ۱؎

ایک جگہ آپ نے اپنی نگارشات کی تعداد پانچ سو لکھی ہے، لکھتے ہیں: اور اب تو بحمدہ تعالیٰ اگر احصاء کیا جائے، تو پانچ سو سے متجاوز ہوگا۔ ۲؎ ۳۰ر رجب ۱۳۳۳ھ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: فقیر کا فتاوی بارہ مجلد کتاب میں ہے ۳؎ ۱۶ر صفر ۱۳۳۷ھ کو ریاست پٹیالہ سے آئے ہوئے ایک استفتاء کے جواب میں اپنے آباء و اجداد کی قلمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ضمناً اپنے بارے میں تحریر کیا کہ: بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوی کے ہیں، ۴؎

ان ذاتی شواہد کے بعد اب آئیے کچھ خارجی ثبوتوں کا جائزہ لیتے ہیں، سب سے پہلے اور سب سے زیادہ قریب، خصوصی فیض یافتوں پھر بعد میں مابعد کے خاص محققین و ماہرین رضویات کی شہادتیں اس سلسلہ میں پیش ہوں گی۔

۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء کو علماء و احباب خصوصاً حیدر آباد کے جلیل القدر عالم و بزرگ حضرت مولانا سید عبد الجبار قادری نے فرمائش کی کہ ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی امام احمد رضا کی تصنیفات و تحقیقات جو اس وقت تک تصنیف و تحقیق ہو چکی تھیں، کی ایک جامع فہرست مرتب کر دیں کہ ملک العلماء ان دنوں وہیں دار العلوم منظر اسلام، کے مدرس و نگراں تھے اور اپنے استاذ علام کی کتب و مصنفات کی تبییض و تسوید

۱؎ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا محرم علی چشتی محررہ ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ فتاوی رضویہ جلد ۱۲، ص ۱۳۲ تا ص ۱۳۱

۲؎ احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ص ۶/۳۳۵ حاشیہ

۳؎ مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مفتی احمد بخش صادق ڈیرہ غازی خان پاکستان محررہ ۳۰ر رجب ۱۳۳۳ھ

۴؎ احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ص ۳/۲۳۰

اور طباعت واشاعت کا اہتمام بھی کرتے تھے، ساتھ ہی خود بھی تصنیف وفتویٰ نویسی کرتے تھے۔ جو بغرض اصلاح امام احمد رضا کی نگاہ سے گذرتی رہتی تھی، چنانچہ ۱۳۲۳ھ کو ملک العلماء نے میرٹھ سے آئے ہوئے ایک سوال کے جواب میں ۴۷ر صفحات کی کتاب ''مواھب ارواح القدس لکشف حکم العرس ''لکھی، جو ان کے استاذ کی نگاہ سے گذری، تو استاذ علام نے تصدیق کی اور تقریظ بھی لکھی۔ ۱؎

بہر کیف تکمیل فرمائش میں ملک العلماء نے محنت و جانفشانی سے فہرست تیار کی، جس کا تاریخی نام۔ ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد ' رکھا۔ اس فہرست میں ۵۰ر علوم وفنون پر ۳۵۰ ر کتابوں کا نام وفن اور دیگر کیفیات بیان کردی گئیں۔ بقول ڈاکٹر محمد مسعود احمد فہرست میں ایک سو کتب عربی میں، ۲۷ر فارسی میں اور ۲۲۳ر اردو میں ہیں اور خود فہرست ساز نے پیش لفظ میں تصریح کرتے ہوئے لکھا:

یہ مجموعہ مع ذیل بعض تالیفات اصحاب، واحباب محرم ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تصنیفیں ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ یہ سب اسی قدر ہیں۔ بلکہ یہ صرف وہ ہیں، جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید واثق ہے کہ اگر تفحص تام اور تمام قدیم وجدید بستوں پر نظر کی جائے، تو کم وبیش پچاس رسالے اور نکلیں۔ ۲؎

۱۳۶۹ھ ۱۹۳۸ء کو ملک العلماء نے چار جلدوں میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' تحریر کی، تو مولینا رحمان علی مصنف ''تذکرہ علماء ہند'' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ :

''یہ (۷۵) مصنف تذکرہ علماء ہند کے مطابق اس زمانہ کی تصانیف ہیں، در حقیقت اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے زیادہ ہیں، جن کا مفصل بیان

۱؎ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا مواھب ارواح القدس ادارہ الفارق، پوربیہ طبع دوم ۱۹۹۲ء ص ۴۳
۲؎ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ تحفہ حنفیہ پٹنہ ۱۳۲۷ھ ص ۴

''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد دوم میں آتا ہے''۔ ۱؎

ملک العلماء امام احمد رضا کے تلمیذ رشید بھی تھے اور خلیفہ عزیز بھی، وہ خود بھی قلمکار تھے اور قدر دان قلمکار بھی، قرطاس وقلم سے انہیں خاص انسیت تھی، امام احمد رضا کی تصانیف وتحاریر پر جتنی گہری نظر ان کی تھی، شاید کسی اور کی ہو، اس لئے کہ وہ امام احمد رضا کے مزاج شناس بھی تھے اور قلم شناس بھی، امام احمد رضا کی تصانیف، تعداد، مسودہ، مبیضہ، مطبوعہ وقلمی وغیرہ کا انہیں علی وجہ البصیرت مشاہدہ ومطالعہ تھا، ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء کو حضور مفتی اعظم مولینا مصطفیٰ رضا نے انہیں باصرار بریلی بلایا کہ چھان بھٹک کر مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب ومسودات کی دوبارہ فہرست سازی کریں، اس لئے ایک بار پھر ملک العلماء'' المجمل المعدد ''کو'' المجمل المفصل ''کرنے کے لئے بریلی پہونچے، پھر کیا ہوا۔ مسلم یونیورسٹی کے سابق صدر شعبہ عربی ڈاکٹر مختار الدین احمد کی زبانی سنیئے۔

''۱۹۴۴ء میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان (امام احمد رضا) کے مسودات درست کئے جائیں اور بعض اہم تصانیف شائع کی جائیں۔ مفتی اعظم مولینا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۲ھ) کے اصرار پر ملک العلماء بریلی تشریف لے گئے اور تین ماہ وہاں رہ کر بہت محنت وتوجہ سے منتشر مسودات مرتب کئے جو بیشتر اوراق پریشاں کی صورت میں تھے۔ جو مسودات مکمل تھے۔ ان کی مبیضات تیار کئے۔ اب انہوں نے تصنیفات کی نئی فہرست تیار کی، تو اندازہ ہوا کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کتابیں بھی تھیں اور مختصر رسالے بھی۔

۱؎ سید محمد ظفر الدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۱۳

عربی وفارسی زبان میں بھی تھیں اور اردو میں بھی۔ انہوں نے فہرست تصانیف اعلیٰ حضرت مرتب کر کے اشاعت کے لئے تیار کر دی تھی، فہرست کتابی شکل میں اب تک شائع نہیں ہو سکی۔ لیکن غنیمت ہے کہ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی میں ۳۱۰ر مزید تصانیف کی فہرست چھپ گئی ہے۔ اب اعلیٰ حضرت کے کتب ورسائل کی تعداد ۶۰۷ر ہو گئی، کچھ رسائل کے مسودات انہیں بعد کو ملے، ان سبھوں کی فہرست ترتیب دیکر انہوں نے بریلی کے ارباب حل وعقد کے حوالہ کی۔ یہ فہرست ''المجمل المعدد'' کے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کے طور پر بریلی سے ۱۹۴۳ء میں چھپنے والی تھی۔

اس سلسلہ میں ان خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جو ملک العلماء نے اس زمانہ میں اپنے بعض احباب واعزہ کو لکھے ہیں اور حسن اتفاق سے جن کی نقلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے تصانیف اعلیٰ حضرت کی بازیافت، ترتیب، تبییض واشاعت پر کچھ روشنی پڑتی ہے، ملک العلماء، مولینا امجد رضا خان صاحب نوری، مقیم گوالیار کو اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات وتالیفات و تحریرات چھپ جائیں، تو سنیوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ۔ جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب جبر ومقابلہ، تکسیر، جفر، زائچہ، کون سے علوم ہیں، جن میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں، جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت ومحنت وتوجہ سے چھپ جائیں اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے۔ واقعی جناب انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص

کو ان کے علوم وفنون سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تا رمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں اور تو وہی ''نشاط السکین''، جس کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے لکھی جا چکی تھیں اور دوسرا رسالہ ''الاسد السوال'' تیسرا ''غایۃ التحقیق'' یہ سب رسالے نمبر ا سے ۱۳ تک میں نے منگوائے ہیں۔ افسوس ہے کہ ۳،۴،۵ جو لاہور میں چھپنے کے واسطے بھیجے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اب تک انہوں نے چھپوا کر نہیں بھیجا، مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی اور تین رسالے نمبر ۱۱،۱۲،۱۳ بہت خراب چھپے ہیں۔ صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے۔

بریلی شریف والے منشی صاحب جنہوں نے رسالہ ا تا ۱۰ کی کتابت کی تھی۔ بہت ہی خوشخط ہیں۔ یہ بیچارے بدایونی صاحب ٹھیک نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ انہیں منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے۔ خدا جناب کو اپنے مقصد عالی میں کامیاب کرے، تاکہ تصانیف (کی اشاعت) کا کام حسب خواہش انجام پائے''۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی ۱۵۔۱۴)

مولانا تقدس علی خان رضوی (م ۱۹۸۸ء) کو لکھتے ہیں:

''ابھی تک آپ نے ''وظیفہ کریمہ'' نہیں بھیجا، جس کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ دو نسخے ''النھی الاکید'' اور ایک نسخہ ''احسن الدعا'' اور چار نسخے ''وظیفہ کریمہ'' کے رجسٹری یا وی پی کر کے بھیج دیجئے۔ ایک ایک نسخہ ان سب کتابوں کا بھی جو جدید طبع ہوئی ہیں۔ یعنی ''رفیق الاحقاق'' اور ''حجب العوار'' وغیرہ ایک نمبر سے ۱۳ نمبر تک کل کتابیں ''نور الادلہ'' اور ''کشف العلہ'' وغیرہ بھی لاہور سے آ گئی ہیں۔ مکتوب مورخہ جمعہ ۱۳ر اکتوبر (۴۴ء) ۲۴ شوال (۱۳۶۳ھ) (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص ۲۱)

سید پیارے علی بریلوی اور مولنٰنا تقدس علی خان کے نام ایک مکتوب ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۶۹ھ یکم جنوری ۱۹۳۵ء میں حسب ذیل سطور ملتی ہیں:

''سید عرفان صاحب (قادری رضوی بیسل پوری) کا خط آیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں، کس کس زبان میں اور کس حجم میں، یہ سب میں نے مکمل کر دیا، صرف چھپنا باقی ہے۔ اب وہ چھپ رہی ہے کہ عرس شریف کے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی۔ اسے دیکھ کر کتاب آپ اشاعت کے لئے پسند کر لیجئے گا۔''

(مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۵۷)

انہیں کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولنٰنا (مصطفیٰ رضا خان) صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف اگر طباعت کے لئے تم عزیز کو روانہ فرمائیں، تو از یں چہ بہتر، ''سلطنة المصطفیٰ'' میں نے بہت تلاش کی تھی، کہیں پتہ نہیں چلا۔ ہاں ''علوم الغیب'' [1] کا مسودہ مجھے ملا تھا، جس کو بڑی محنت وکاوش

[1] نوٹ: علوم الغیب'' کا پورا نام ''مالی الجیب بعلوم الغیب'' ہے جو ۱۳۱۸ھ کو تصنیف ہوئی ہے، ۱۳۳ ابواب اور ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے، دراصل یہ کتاب ان صدہا کتابوں اور ان کی عبارتوں کا ایک انڈکس ہے، جس سے علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر صراحتاً یا اشارۃً روشنی پڑتی ہے، بحث وتبصرہ سے اعراض کیا گیا ہے، کہیں کہیں عربی فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ بھی ملتا ہے، کتاب اور صفحہ نمبر ذکر ہوا ہے، البتہ مطبع وسن طباعت مذکور نہیں ہے۔

حضرت مفتی عبدالرحیم بستوی کا نقل کردہ نسخہ راقم کے ذخیرہ اوراق میں موجود ہے، نقل کی تاریخ ص ۹۰ کے اختتام پر ۲۷ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ پڑی ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ بستوی صاحب نے ملک العلماء کے تحقیق کردہ نسخہ سے ہی نقل کیا ہے، بہر کیف ''علوم الغیب'' ایک علمی خزانہ ہے، ایک عرصہ دراز کے بعد حال ہی میں مرکز برکات رضا، پور بندر، گجرات سے شائع ہوئی ہے۔ (حسن مصباحی)

سے مبیضہ کر کے اور تبویب اس کی کر کے مجلد کرا کے الماری میں رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط کتابت کیجئے کہ وہاں سے روانہ فرما دیں، واقعی عجیب وغریب کتاب ہے۔ علم غیب کے مسئلہ میں اس کتاب کو دیکھ کر کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس قدر مواد جمع کر دیا کہ شاید وباید، وہ کتاب اگر چھپ جائے۔ سبحٰن اللہ وبحمدہ (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۳۲)

انہیں سے ۲۲ر جون ۳۵ء کو ایک خط میں پوچھتے ہیں :

''بریلی سے کون کون رسالے چھپنے کو آئے ہیں، مطلع کیجئے''۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا کس درجہ خیال تھا، وہ چاہتے تھے کہ ساری تصانیف یا کم از کم اہم منتخب کتابیں بریلی سے جلد از جلد شائع کر دی جائیں۔ اس کام میں تاخیر ہونے لگی، تو انہیں ملال ہوا، بریلی کے ایک مخلص دوست کو لکھتے ہیں:

''میں نے تین مہینے کس جانفشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچالی۔ مگر جو قدر دانی کی گئی، وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے۔ اگر تصنیفات کی اشاعت کا سلسلہ ہی جاری ہوتا، تو دینی فائدہ کثیر ہوتا۔ مکتوب مورخہ ۲۶ر نومبر ۳۵ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی) [1]

۱۹۲۳ء کو ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی میں ۲۵۰ قلمی کتابوں کی فہرست چھاپی گئی ہے۔ جو ۳۲ر علوم کو حاوی ہیں [2] حضرت مفتی اعجاز ولی خان بریلوی جو ایک قد آور عالم تھے، نے ان کی تعداد تصانیف ایک ہزار سے زائد بتائی ہے اور ان کے لکھنے کا زمانہ صاحب تصانیف کے وصال کے ایک سال بعد ۱۳۴۱ھ کا ہے [3] وہ لکھتے ہیں:

[1] ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور شمارہ نومبر ۱۹۹۵ء متعدد صفحات، مضمون: ڈاکٹر مختار الدین احمد،

[2] ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی شمارہ اکتوبر و دسمبر ۱۹۲۳ء

[3] احمد رضا خان الامام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ بذیل حاشیہ نمبر ۲ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۲۱۵

"صاحب التصانيف العاليه و التاليفات الباهره التی بلغت اعداد ها فوق الالف۔[1]

۱۹۷۱ء میں مولانا شاہ محمود احمد قادری نے بھی ایک ہزار تعداد تصانیف کا اظہار کیا ہے، وہ یوں لکھتے ہیں:

"آپ نے گیارہ برس کی عمر میں "هداية النحو" کی شرح لکھی، یہ آپ کی پہلی تصنیف ہے، اس کے بعد ایک ہزار کتابیں تحریر فرمائیں"۔[2]

ڈاکٹر مختار الدین احمد بھی اسی ایک ہزار کے قائل نظر آتے ہیں۔ "المجمل المعدد" کا تعارف کراتے ہوئے وہ رقم کرتے ہیں، اس رسالہ میں جو مولانا عبد الجبار حیدر آبادی کی فرمائش پر مرتب کیا گیا، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء تک کی لکھی ہوئی فاضل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے، اب تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے، جو پچاس سے زائد علوم وفنون پر مشتمل ہیں، یہ رسالہ ۱۳۲۷ء کا مرتب کردہ ہے، اعلیٰ حضرت اس کے بعد ۱۳ رسال اور زندہ رہے۔ اور برابر سلسلہ تصنیف و تالیف جاری رہا۔[3]

عالم اسلام کے عظیم وقدیم علمی مرکز جامعۃ الازہر کے فاضل استاذ ڈاکٹر حازم احمد محفوظ بھی ایک ہزار ہی کی تعداد مانتے ہیں۔ ڈاکٹر حازم امام احمد رضا کے علوم کا تعارف کراتے ہوئے تعداد تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وقد بلغت مصنفاته فی هذه العلوم وغيرها اكثر من الف ما بين كتاب فی عدة مجلدات ضخمة و رسالة صغيرة "[4]

---

[1] فضل رسول بدایونی، احمد رضا خان، المعتقد المنتقد / المعتمد المستند، ضمیمہ از اعجاز ولی خان، مکتبہ حقیقت، ترکی، استنبول، ص ۲۲۶

[2] محمود احمد قادری، مولانا، تذکرہ علماء اہل سنت، سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۴۶

[3] ماہنامہ "جہان رضا" لاہور شمارہ نومبر ۱۹۹۵ء، ص ۳۶

[4] محمد حازم احمد محفوظ، ڈاکٹر، بساتین الغفران کے مقدمہ کا اردو ترجمہ، رضا اکیڈمی چاہ میراں لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۳۷

ان علوم اور ان کے علاوہ دیگر علوم میں ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے، جن میں کچھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اور کچھ چھوٹے رسائل بھی ہیں۔

۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۵ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور نے "المجمل المعدد لتاليفات المجدد" دوبارہ شائع کیا، تو مدرسہ احسن المدارس کانپور سے مولانا محمود احمد قادری نے مجلس رضا کے میر مجلس حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو اپنے مکتوب میں لکھا:

"مجھے آپ نے پہلے باخبر نہیں فرمایا، ورنہ میں "المجمل المعدد" کو "المجمل المفصل" کر دیتا، اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں محفوظ ہے۔ مولانا مختار الدین احمد (سابق صدر شعبہ عربی علیگڈھ یونیورسٹی) کے کتبخانہ میں کچھ مخطوطات اور مطبوعات موجود ہیں۔[1]

۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں ماہنامہ "المیزان" بمبئی کا چھ سو صفحات پر مشتمل امام احمد رضا نمبر شائع ہوا۔ اس میں ان کی ۵۴۸ تصانیف کی تفصیل چھاپی گئی ہے۔ جو پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔[2] ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء کو شرکت حنفیہ لاہور نے ایک عظیم ضخیم کتاب بعنوان "انوار رضا" شائع کی، اس میں یہی مذکورہ تعداد دکھائی گئی ہے،[3] ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء کو دہلی سے ماہنامہ "قاری" کے امام احمد رضا نمبر کا اجراء ہوا، اس میں بھی یہی ۵۴۸ تعداد طبع ہوئی ہے۔[4]

ماہنامہ "قاری" کے امام احمد رضا نمبر میں تعداد اور موضوعات کی تفصیل کچھ

---

[1] مکتوب مولانا محمود احمد قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ ۱۵/ فروری ۱۹۷۹ء

[2] ماہنامہ "المیزان" بمبئی امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۳۰۶ تا ص ۳۴۴

[3] مجموعہ مقالات، انوار رضا، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۳۴۰ تا ۳۸۴

[4] ماہنامہ "قاری" دہلی امام احمد رضا نمبر اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۳۰۶ تا ص ۳۴۴

اس طرح ہے:

موضوع	تعداد کتب
تفسیر	۱۱
عقائد و کلام	۵۴
حدیث و اصول حدیث	۵۳
فقہ، اصول فقہ، لغت، فقہ، فرائض، تجوید	۲۱۴
تنقیدات	۴۰
تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، اخلاق	۱۹
تاریخ، سیر، مناقب، فضائل	۵۵
ادب، نحو، لغت، عروض	
جفر، تکسیر	۱۱
جبر و مقابلہ	۴
مثلث، ارثماطیقی، لوغارثم	۸
توقیت، نجوم، حساب	۲۲
ہیئت، ہندسہ، حساب	۳۱
منطق و فلسفہ	
کل میزان	۵۴۸ ؎۱

مولانا سید ریاست علی قادری نے تقریباً نو سو تصانیف کی فہرست تیار کی تھی۔

؎۱ ماہنامہ "قاری" دہلی امام احمد رضا نمبر، اپریل ۱۹۸۹ء ص ۳۴۳

مگر افسوس کہ ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ان کے خاندان کی اسلام آباد سے کراچی منتقلی کے وقت کہیں گم ہو گئی۔ ؎۱

ڈاکٹر حسن رضا خان پٹنہ نے اپنے مقالۂ ڈاکٹریٹ جو تقریباً ۵۵۰ صفحات پر محیط ہے ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں جمع کیا، اور انہیں ۹ دسمبر ۱۹۸۰ء کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی، میں ۲۶۶ کتب و رسائل کی فہرست شامل کی ہے۔ ؎۲

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری نے عربی زبان میں "مجدد الامۃ" تصنیف کی، اس میں انہوں نے ۱۹۴ منتخب کتب کا ذکر فرمایا۔ ؎۳

مولانا عبدالعزیز خان نے ۵۰۷ کتابوں کا تذکرہ کیا۔ ؎۴

پروفیسر محمد مسعود احمد ایک جگہ لکھتے ہیں:

راقم بھی ایک فہرست مرتب کر رہا ہے، جو ۸۵۰ تصانیف سے تجاوز کر چکی ہے ؎۵
دوسری جگہ پروفیسر موصوف نے یوں لکھا ہے: جدید تحقیقات کے مطابق ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اردو، عربی اور فارسی میں موجود ہیں ؎۶ ایک جگہ اور وہ یوں فرماتے ہیں: ملت اسلامیہ اور عالم اسلام پر امام احمد رضا کے بے شمار احسانات ہیں، خصوصاً دنیائے عرب پر چودھویں صدی ہجری میں جزیرۃ العرب میں شاید ہی ایسا کوئی

؎۱ ماہنامہ "معارف رضا" کراچی مظہر اسلام نمبر، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۱ء مضمون ڈاکٹر اقبال اختر القادری ص ۴۷

؎۲ حسن رضا ڈاکٹر فقیہ اسلام مطبوعہ الہ آباد ۱۹۸۱ء

؎۳ شجاعت علی قادری سید مجدد الامۃ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۹۳ تا ص ۲۰۶

؎۴ عبدالعزیز خان بریلوی مولانا تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی مہران اکیڈمی کراچی ص ۳۵۵

؎۵ محمد مسعود احمد پروفیسر محدث بریلوی المختار پبلی کیشنز صدر کراچی ۱۹۹۳ء ص ۹۸

؎۶ محمد مسعود احمد پروفیسر مقدمہ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ رضا دارالاشاعت لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۳

عبقری پیدا ہوا ہو، جو اپنے پیچھے ۸۰۰ فارسی اور اردو کتب و رسائل کے علاوہ ۲۰۰ عربی کتب و رسائل یادگار چھوڑے ہوں، یہ فخر امام احمد رضا کو حاصل ہے[۱]

سید ریاست علی قادری لکھتے ہیں:

''پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب پرنسپل گورنمنٹ ڈگری سائنس کالج ٹھٹھہ (سندھ) نے اپنی تصنیف ''حیات مولینا احمد رضا بریلوی'' میں ۸۴۴ کتب و حواشی کا تذکرہ کیا ہے۔ موصوف BIBLIOGRAPHICAL INCYCLOPADIA OF IMAM AHMED RAZA KHAN ترتیب دے رہے ہیں، جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے، اس میں ۸۴۴ تو الیف و تصانیف اور حواشی کی فہرست دی گئی ہے، [۲]

دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کے مہتمم حضرت مولینا عبد المبین نعمانی نے بھی ایک فہرست ترتیب دی ہے، جس میں انہوں نے غالباً ۸۲۰ سے زائد تصانیف پر روشنی ڈالی ہے۔ مولینا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کی تصانیف کی تفصیلی فہرست پوری تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولینا عبد المبین نعمانی نے مرتب فرمائی ہے، جو عنقریب ''المجمع الاسلامی'' کے زیر اہتمام منظر عام پر آئے گی'' [۳]

ڈاکٹر مختار الدین احمد کا خیال یہ ہے کہ:

''مفتی اعجاز ولی خان بریلوی، پروفیسر محمد مسعود احمد اور مولانا عبد المبین نعمانی کے پیش نظر ملک العلماء کی ''المجمل المعدد'' کا اضافہ شدہ نسخہ تعجب نہیں، قلمی یا مطبوعہ

---

[۱] محمد مسعود احمد پروفیسر امام احمد رضا اور عالم اسلام ادارہ مسعودیہ کراچی طبع دوم ۲۰۰۰ء ص ۷۹

[۲] شمس الحسن شمس مولانا امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳

[۳] یٰسین اختر مصباحی مولینا امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۷ء ص ۳۲ حاشیہ

نسخہ رہا ہو[۱] ذرا آگے لکھتے ہیں:

''ملک العلماء نے ۱۹۴۳ء میں جو فہرست تصانیف کی بنائی تھی، وہ غالباً اب تک شائع نہیں ہوئی، یا کم از کم میری نظر سے نہیں گذری، اگر شائع نہیں ہوئی ہے، تو اسے بہت جلد ''المجمل المعدد'' کے ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن کی حیثیت سے شائع کر دینا چاہئے''۔[۲]

حکیم عبد الحئی لکھنوی نے اپنی کتاب ''نزهة الخواطر'' میں امام احمد رضا کی تصانیف، شروح و حواشی کی تعداد پانچ سو اور ایک ہزار کے درمیان بتائی ہے[۳] اور بابائے اردو مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب قاموس الکتب میں امام احمد رضا کی شخصیت و علمیت پر تبصرہ قلمبند کیا ہے اور ان کی کتب و تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے جگہ جگہ نوٹ بھی حوالہ قلم کیا ہے، درج ذیل صفحات میں امام احمد رضا کا ذکر ملتا ہے۔

صفحات: ۱۸۶، ۲۱۸، ۳۸۶، ۳۹۳، ۳۹۴، ۸۸۴، ۹۱۰، ۹۲۳، ۹۲۴، ۱۰۰۰، ۱۰۲۴، ۱۰۹۳[۴]

امام احمد رضا کے علوم و تصانیف اور ان کی سیرت و عبقریت کی رنگا رنگی و ہمہ گیری سے متاثر ہو کر اعلم علماء، شیخ الخطباء الشیخ احمد ابو الخیر میرداد (م ۱۳۳۵ھ) مکہ مکرمہ نے لکھا ہے:

---

[۱] ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور شمارہ نومبر ۱۹۹۵ء ص ۳۷، ۳۹

نوٹ: حضرت مفتی اعجاز ولی خان کے حق میں ڈاکٹر موصوف کا خیال قریب قیاس نہیں، اس لئے کہ بعد وصال مصنف فوراً انہوں نے ایک ہزار کی تعداد بتائی تھی، ملک العلماء نے سن ۳۳ء میں نئی فہرست مرتب فرمائی، البتہ موخر الذکر دونوں حضرات کے سلسلہ میں مذکورہ خیال کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ (شمس مصباحی)

[۲] ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۳۰، ۳۹

[۳] عبد الحئی لکھنوی حکیم نزهة الخواطر مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء ۸/۳۰، ۳۱

[۴] عبد الحق مولوی قاموس الکتب انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۶۱ء متعدد صفحات

"العلامة الامام النبيل الهمام الذكى و راس المنو الفين فى زمانه و امام المصنفين بحكم اقرانه"[۱]

امام احمد رضا کی تصانیف وتعداد تصانیف کے تعلق سے یہ وہ شواہد و بیانات ہیں، جن کی روشنی میں ہر صاحب نظر اپنے اپنے مطمح نظر سے نتیجہ اخذ کر سکتا ہے، مگر عقل و انصاف کی پکار یہ ہے کہ قصر العلم اسپین کو فرنگیوں نے کچھ تو لوٹا اور کچھ جلا کر راکھ کا ڈھیر کر ڈالا، منارۃ العلم والمعارف بغداد کو تاتاریوں نے تہہ وبالا کیا اور دجلہ وفرات کی روانیوں کو منوں ٹنوں اوراق کتب کی سیاہیوں سے سیاہ کر دیں، جبکہ امام احمد رضا کو خود ان کے اہل تعلق نے اپنے ہاتھوں زیر زمین ایسا دبا دیا کہ کیا مجال ہماری بھی ایسا دبا سکے اور یہ علوم و معارف پر ایسا ظلم ہوا، جو زہر کی تیزی سے بھی زیادہ موثر ثابت ہوا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندوستان یا عالم اسلام پھر کوئی دوسرا امام احمد رضا پیدا کرے گا، اثبات میں جواب آنا امر مستبعد ہے، ویسے قدرت رب قدیر سے بعید نہیں، جماعت اہل سنت کے دو مقتدر عالم اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں،

حضرت مولینا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

"اس نابغہ عصر اور عدیم النظیر مصنف نے تقریباً پچاس علوم وفنون پر مشتمل تصانیف چھوڑیں، جن کا شمار ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک ہزار کے لگ بھگ ہے، کثیر التصانیف اور اتنے علوم کا جامع ہونے کے لحاظ سے یقیناً آپ کا شمار ملت اسلامیہ کی منفرد اور ممتاز ہستیوں میں ہے، بعض علوم تو وہ ہیں، جن کے موجد ہونے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے، کئی ایسے علم بھی ہیں، جو آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے، اور

---

[۱] احمد رضا خان امام الدولة المكية بالمادة الغيبية مطبوعہ لاہور ص ۱۰۶

ان میں کسی کامل کا پایا جانا، تو دور کی بات ہے، ان کی ادنیٰ معلومات رکھنے والا بھی کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ کے جامع العلوم ہونے پر مخالفین ومعاندین[۱] کو بھی ناز تھا، آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام اور تصوف وغیرہ کی ڈیڑھ سو کے لگ بھگ مشہور ومتداول کتابوں پر حواشی لکھے تھے۔ جو کسی طرح مستقل تصنیف سے کم نہیں۔

لیکن وائے ہماری بے حسی! علامہ اقبال کا دل اکابر کے جواہر پاروں، علمی شہکاروں کو یورپ کی لائبریریوں میں دیکھ کر سی پارہ ہونے لگتا تھا، لیکن دنیائے اسلام کے اس مایہ ناز محقق کے کتنے ہی علمی جواہر ودفائن بریلی شریف میں کیڑوں کی خوراک بن رہے ہیں، کیا یہ تاریخی المیہ، علم دوست حضرات کو خون کے آنسو رلاتا ہوگا؟ کیا یہ موجودہ مصنفین اپنی تحقیقات کے ذریعہ ہمیں اس محقق یگانہ کی تحقیقات سے بے نیاز کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں علمائے اہلسنت کا جواب کچھ بھی ہو، لیکن اس ناچیز کا سوال علامہ اقبال مرحوم کے لفظوں میں کچھ اس طرح ہے۔

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون،[۲]

---

[۱] نوٹ: پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں: مولوی اشرف علی تھانوی کے لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہزار کتابوں کے مصنف ہیں، مگر تلاش وتحقیق کے باوجود یہ دعویٰ ثابت نہ ہو سکا۔ خواجہ حسن نظامی نے جو مولانا تھانوی کے معاصر ہیں، ۶۰-۵۰ چھوٹی بڑی کتابوں کا ذکر کیا ہے ("کتابی دنیا" کراچی جنوری ۱۹۹۶ء ص ۴۰) سید سلیمان ندوی نے جو مولانا تھانوی کے خلیفہ تھے، قابل ذکر کتابوں میں پچاس کتب ورسائل کا ذکر کیا ہے۔ (ماہنامہ "معارف" اعظم گڈھ ۱۹۳۰ء) اسی طرح مسعود حسن علوی نے صرف تیس کتب ورسائل کا ذکر کیا ہے۔ (ناز حکیم الامت ۱۹۹۱ء ص ۱۸۳) اس نے مولانا تھانوی کو امام احمد رضا کے مد مقابل لانا مناسب نہیں، مولانا تھانوی جب ۱۸۹۹ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے تو امام احمد رضا محدث بریلوی کو فارغ ہوئے دس سال گذر چکے تھے اور وہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے۔ (محدث بریلوی از پروفیسر مسعود مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء)

[۲] عبدالحکیم اختر مولانا سیرت امام احمد رضا پروگریسو بکس اردو بازار لاہور ۱۹۹۵ء ص ۹،۸

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت نے تصنیف و اشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں لیا، اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ تو امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا، اور نہ ہی وہ گراں قدر ذخیرہ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا۔ اس لئے کوئی محقق کتنی ہی کیوں نہ محنت کرے، جامع فہرست تیار نہیں کر سکتا"۔ ۱

وہ دل، جو دینی درد سے لبریز تھا، وہ قلم، جو اخلاص سے معمور تھا، وہ مصنف، جس نے اپنی تحریروں کو خونِ جگر پلایا ہو، اپنی تصنیفوں میں حرارتِ دل نچوڑ دیا ہو، اپنی تحقیقات کو روغنِ دماغ سے جلا بخشی ہو اور اپنی نگارشات میں روحِ اسلام اتار دیا ہو، گوش بر آواز ہو کر جھوران کے درد اور تڑپ کی پکار سنئے۔ حضرت مفتی احمد بخش صادق ڈیرہ غازی خان پاکستان کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اقامۃ القیامہ" نہیں "اقتائے حرمین کا تازہ عطیہ" جس رسالہ عربیہ سے ملتقط تھا، یعنی "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" اس کی طبع یہاں شروع ہوئی تھی، نصف کتاب سے ابھی کہ چھپا ہے، صرف دو سو ساٹھ صفحہ تک طبع ہوا ہے، اسی قدر بغرض ملاحظہ حاضر ہے، نیز رسالہ "الاجازۃ المتینہ" و رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" مع رسالہ "کاسرا لسفیہ الواہم" رسید سے مطلع فرمائیں۔ فقیر کا فتاویٰ بارہ مجلد کتاب میں ہے، ہر جلد تقطیع کلاں پر پچاس جز یا زائد، اس کی طباعت میں مصارف کثیرہ چاہیں، یہاں کے اہل سنت کو امور دینیہ کی طرف التفات بہت کم، بعینہ وہی حالت ہے کہ:

کریما را بدست اندر درم نیست   خداوند نعمت را کرم نیست ۲

---

۱ عبدالحکیم شرف، مولانا: البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، رضا دارالاشاعت گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۶

۲ مکتوب امام احمد رضا بنام مفتی احمد بخش صادق محررہ ۳۰ رجب ۱۳۳۷ھ قلمی مکتوب مملوکۂ راقم (شمس مصباحی)

مولانا محرم علی چشتی، لاہور کے استفسارات کے جواب کا ایک تراشہ ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

"بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں، وہ اہل نہیں، بعض نے خونِ جگر پلا کر تصانیف کیں، تو چھپیں کہاں سے؟ کسی طرح کچھ چھپا، تو اشاعت کیوں کر ہو، دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز پر ایک روپیہ دیکر شوق سے خریدیں، یہاں سر پیٹنا ہے، روپیہ وافر ہو، تو یہ سب شکایات رفع ہوں"۔ ۱

ملک العلماء، مولانا سید محمد ظفر الدین کے نام خط میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

"حاجی ۲ صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں، سنیوں کی عام حالت یہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انہیں دین کا کم خیال ہے، اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے"۔ ۳

حضرت مفتی غلام یٰسین صاحب، ڈیرہ غازی خان، پاکستان کے نام مکتوب میں یہ سطریں درج ہیں:

"سنیوں میں عوام کی توجہ لہو و لعب و ہزل کی طرف، اور بد مذہب رافضی یا وہابی یا قادیانی یا نصاریٰ سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت و حمایت و اشاعت میں کمربستہ ہیں، مال سے، اعمال سے، سنیوں کو کون پوچھتا ہے۔ وقت ہی شیوعِ ضلالت کا ہے" ۴

---

۱ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا محرم علی چشتی محررہ ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

۲ نوٹ: حضرت مولانا الحاج محمد لعل خان مدراسی مقیم کلکتہ، مراد ہیں۔ (شمس مصباحی)

۳ مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی محررہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۲ھ

۴ مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مفتی غلام یٰسین ڈیرہ غازی خان، پاکستان

یہ تو نثر ہوئی، نظم میں بھی ان کی وہی تڑپ اور وہی درد جھلکتا ہے۔ یہاں صرف دو شعر سماعت فرمایئے۔

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولیٰ والی ہے [1]

جبکہ اپنی ذات کے لئے ان کا نعرۂ قلندری یہ ہے:

کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا — یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو [2]

ذاتی و خارجی یہ وہ دردبھری آوازیں ہیں، جو تازیانہ سے کم نہیں، پھر بھی اگر سنی بیدار نہ ہوں اور وہ سن کر سن ہی رہیں، ٹس سے مس نہ ہوں، تو بقول شرف قادری اس غفلت شعار قوم پر خدا رحم فرمائے۔ اللھم سھل امورنا، واقض حوائجنا، واصلح احوالنا، و بلغ مقاصدنا، و نور قلوبنا، و زین اخلاقنا، و احشرنا مع الابرار والاخیار والصالحین بوسیلۃ النبی الکریم یا رب العالمین۔

حواشی: مستقل تصانیف کا حال آپ نے پڑھا، حواشی و تعلیقات کی ایک جھلک بھی دیکھئے، جو ان کے قلم سے امہات کتب پر ثبت ہوئے ہیں، متون و شروح متون، حلیہ حواشی سے مزین بھی ہوئی ہیں اور ان کی شرحیں بھی کی گئی ہیں۔ یہ سارا کام انہوں نے علمی نہج پر اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے نہایت ضبط کے ساتھ شروع کر دیا تھا۔ اس پر وہ خود ہی روشنی ڈالتے ہیں:

---

[1] احمد رضا خان امام حدائق بخشش رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۷ء ۱/۱۱۲
[2] احمد رضا خان امام حدائق بخشش رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۷ء ۱/۸۱

"اور میں نے ان (۵۵) جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں، حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانہ طالب علمی سے اب تک (۱۳۲۴ھ) جاری ہے، کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا، کہ جب کوئی کتاب پڑھی، اگر وہ میری ملک میں ہے، [1] تو اس پر حواشی لکھ دیئے، اگر اعتراض ہو سکتا ہے، تو اعتراض لکھ دیا، اور اگر مضمون پیچیدہ ہے، تو اس کی پیچیدگی دور کر دی،

حنفی اصول فقہ کی کتاب "مسلم الثبوت" پر
صحیح بخاری کے نصف اول پر
صحیح مسلم اور جامع ترمذی پر
شرح رسالہ قطبیہ پر
حاشیہ امور عامہ پر اور شمس بازغہ پر

اس وقت جبکہ طالب علمی کے زمانہ میں اپنے سبق کے لئے مطالعہ کرتا تھا، علاوہ ازیں

تیسیر شرح جامع صغیر پر
شرح چغمنی اور تصریح پر

اور علامہ شامی کے رد المحتار پر حواشی لکھے، ان میں سب سے پچھلی یعنی رد المحتار کے حواشی سب سے زیادہ ہیں، مجھے امید ہے کہ اگر انہیں کتاب سے الگ کر دیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے۔ حالانکہ ان میں اپنی دوسری کتابوں، اپنے فتاویٰ اور اپنی تحریرات کا حوالہ دیکر اشارات بھی کئے گئے ہیں [2]

---

[1] نوٹ: یہ امام احمد رضا کی شان احتیاط ہے۔ کہ غیر کی ملک میں تصرف جائز نہیں، عام طور پر عوام آج خواص وعلماء بھی اس پر دھیان نہیں دیتے۔ (شمس مصباحی)
[2] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۵۷

اپنی تحریر میں حاشیہ نگار نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے، اگر ان کی اور دوسری کوئی علمی خدمت نہ بھی ہوتی، تو محض اتنا کام انہیں ممتاز ترین محشی و مصنف کی صف میں بٹھانے کے لئے کافی سے زائد ہے، اس لئے کہ ان کا حاشیہ و تعلیق صرف حاشیہ و تعلیق ہی نہیں، بلکہ بجائے خود وہ مستقل تصنیف ہے، یا پھر کچھ ایسے قیمتی فوائد و قوائد پر مشتمل ہے، جو کہیں کہیں ماتن و شارح سے بھی وہ آگے نکل گئے ہیں، بعض اوقات ان کا ایک ورق پوری کتاب پر بھاری ہوتا ہے"۔ [1]

جنہوں نے ان کی کتب و حواشی کا مطالعہ کیا ہے، ان پر یہ حقیقت بخوبی روشن ہے۔ اور پھر قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ۱۲۷۲ھ میں ان کی پیدائش ہوئی اور ۱۲۸۶ھ کو درسیات سے فراغت پائی اور دس سال کی عمر ہی سے لکھنا شروع کر دیا، جیسا کہ ماسبق میں ہی گذر چکا، تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام علمی کام چار سال کے عرصہ میں ہوا۔ عقل حیران ہے، عمر دیکھئے، علم دیکھئے اور پھر ہر دو علوم نقلی و عقلی میں گہرائی اور اس پر گرفت دیکھئے، تو یہ کہے بنا چارہ نہیں کہ فی الواقع وہ آیت الٰہی تھے، عطیہ خدائی تھے، علم لدنی انہیں حاصل تھا، فیض ربانی کے وہ حامل تھے، اور خداداد بصیرت و صلاحیت کے مالک تھے،

دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب کے مقالہ نگار پروفیسر محمد مسعود احمد، جو ماہر رضویات سے بھی معروف ہیں، کے بقول امام احمد رضا کے عربی حواشی و شروح اور تعلیقات کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے، [2]

سید ریاست علی قادری، جنہوں نے تصانیف و حواشی کے جمع و حصول اور ترتیب و اشاعت میں انتھک کوشش و جانکاہی کی ہے۔ ان کی معلومات میں جمع شدہ حواشی کی تعداد

[1] محمد احمد مصباحی مولانا امام احمد رضا کی فقہی بصیرت المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء ص ۴۳
[2] محمد احمد مصباحی مولانا امام احمد رضا کی فقہی بصیرت المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء ص ۴۰

ڈیڑھ سو سے زائد ہے، ۱۰۲ حواشی کے مخطوطات خود ان کے پاس موجود تھے [1]

حضرت مولینا شمس الحسن شمس بریلوی نے دو جلدوں میں ان کے بعض حواشی مرتب کئے ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے انہیں ۱۹۸۲ء، اور ۱۹۸۶ء میں علی الترتیب شائع کیا ہے، جلد اول میں ۱۴ اور جلد ثانی میں ۱۰ حواشی مع وقیع مقدمہ و تعارف شریک اشاعت ہیں، مقدمہ و جائزہ نگار مولانا موصوف کے جائزہ میں حواشی کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے، [2]

رد المحتار پر امام طحاوی کے حاشیہ پر امام احمد رضا کی تعلیقات، اور تفسیر معالم التنزیل پر حواشی کو مولانا محمد صدیق ہزاروی نے دو الگ الگ جلدوں میں مرتب و محقق کیا ہے، جو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۹۸۲ء میں چھاپ دیا ہے۔ "جد الممتار علی رد الممتار" یہ وہ عظیم و جلیل حاشیہ ہے، جس کا ذکر حاشیہ نگار نے خود ہی خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، اس کا مخطوطہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ راقم نے بریلی میں موجود قلمی نسخوں کی زیارت کی ہے، احقر نے ان متنوع کتابوں کو بھی دیکھا ہے، جو امام احمد رضا کے زیر مطالعہ رہی ہیں یہ کتابیں حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری کے کتب خانہ میں سلیقہ سے محفوظ کی گئی ہیں تصانیف و حواشی اور مخطوطات و نوادرات جو سو سے زائد تعداد، خود راقم بے مایہ کے ذخیرۂ کتب کی زینت ہیں۔ للہ الحمد۔

جد الممتار کی دو جلدیں المجمع الاسلامی مبارکپور سے ۱۹۸۲ء اور ۱۹۹۳ء میں شائع ہو گئی ہیں دونوں جلدوں پر جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے صدر المدرسین حضرت علامہ

[1] شمس الحسن شمس بریلوی مولینا امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۶ء ۲/۶
[2] شمس الحسن شمس بریلوی مولینا امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۶ء ۲/۳۸

محمد احمد مصباحی کی زبردست تحقیق، تقدیم اور تعارف شامل ہے، علامہ موصوف کا علمی دنیا پر یہ عظیم احسان ہے، اور مقام مسرت ہے کہ کراچی یونیورسٹی سے جد الممتار پر پی ایچ ڈی ہو رہی ہے، مقالہ نگار و اسکالر کی حیثیت سے جناب عارف جامی جو محنتی، مخلص اور فاضل نوجوان ہیں، تحقیق کر رہے ہیں۔ سر دست یہاں ان حواشی کی ایک اجمالی فہرست درج کی جا رہی ہے جو علوم و فنون کی جمیع شاخوں کو محیط ہے۔

حاشیہ بر کتب تفسیر

۱ حاشیہ تفسیر بیضاوی (عربی)
۲ حاشیہ معالم التنزیل (عربی)
۳ حاشیہ خازن (عربی)
۴ حاشیہ الدر المنثور (عربی)
۵ حاشیہ عنایت القاضی (عربی)
۶ حاشیہ الاتقان فی القرآن (عربی)

حواشی بر کتب حدیث واصول حدیث

۷ حاشیہ الشکف عن تجاوز ھا عن الالف (عربی)
۸ حاشیہ صحیح بخاری (عربی)
۹ حاشیہ صحیح مسلم (عربی)
۱۰ حاشیہ جامع ترمذی (عربی)
۱۱ حاشیہ سنن نسائی (عربی)

۱۲ حاشیہ سنن ابن ماجہ (عربی)
۱۳ حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر (عربی)
۱۴ حاشیہ تقریب (عربی)
۱۵ حاشیہ مسند امام اعظم (عربی)
۱۶ حاشیہ کتاب الحج (عربی)
۱۷ حاشیہ کتاب الآثار (عربی)
۱۸ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (عربی)
۱۹ حاشیہ طحاوی شریف (عربی)
۲۰ حاشیہ سنن دارمی (عربی)
۲۱ حاشیہ خصائص الکبریٰ (عربی)
۲۲ حاشیہ کنز العمال (عربی)
۲۳ حاشیہ ترغیب و ترہیب (عربی)
۲۴ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات (عربی)
۲۵ حاشیہ القول البدیع (عربی)
۲۶ حاشیہ نیل الاوطار (عربی)
۲۷ حاشیہ المقاصد الحسنہ (عربی)
۲۸ حاشیہ اللآلی المصنوعہ (عربی)
۲۹ حاشیہ موضوعات کبیر (عربی)
۳۰ حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ (عربی)

۳۱ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ (عربی)

۳۲ حاشیہ عمدۃ القاری (عربی)

۳۳ حاشیہ فتح الباری (عربی)

۳۴ حاشیہ ارشاد الساری (عربی)

۳۵ حاشیہ نصب الرایہ (عربی)

۳۶ حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل (عربی)

۳۷ حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (عربی)

۳۸ حاشیہ مرقاۃ المفاتیح (عربی)

۳۹ حاشیہ اشعۃ اللمعات (عربی)

۴۰ حاشیہ مجمع بحار الانوار (عربی)

۴۱ حاشیہ فتح المغیث (عربی)

۴۲ حاشیہ میزان الاعتدال (عربی)

۴۳ حاشیہ العلل المتناہیہ (عربی)

۴۴ حاشیہ تہذیب التہذیب (عربی)

۴۵ حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال (عربی)

حواشی بر کتب عقائد وکلام

۴۶ حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی)

۴۷ حاشیہ خیالی علی شرح العقائد (عربی)

۴۸ حاشیہ شرح عقائد عضدیہ (عربی)

۴۹ حاشیہ شرح مواقف (عربی)

۵۰ حاشیہ شرح مقاصد (عربی)

۵۱ حاشیہ مسامرہ ومسایرہ (عربی)

۵۲ حاشیہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ (عربی)

۵۳ حاشیہ الیواقیت والجواہر (عربی)

۵۴ حاشیہ مفتاح السعادہ (عربی)

۵۵ حاشیہ تحفۃ الاخوان (عربی)

۵۶ حاشیہ الصواعق المحرقہ (عربی)

حاشیہ بر کتب فقہ، اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید

۵۷ حاشیہ فواتح الرحموت (عربی)

۵۸ حاشیہ حموی شرح الاشباہ والنظائر (عربی)

۵۹ حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف (عربی)

۶۰ حاشیہ اتحاف الابصار (عربی)

۶۱ حاشیہ کشف الغمہ (عربی)

۶۲ حاشیہ شفاء السقام (عربی)

۶۳ حاشیہ کتاب الخراج (عربی)

۶۴ حاشیہ معین الاحکام (عربی)

۶۵ حاشیہ میزان الشریعۃ الکبریٰ (عربی)

۶۶ حاشیہ ہدایہ آخرین (عربی)

۶۷	حاشیہ ہدایہ فتح القدیر عنایہ حلبی	(عربی)
۶۸	حاشیہ بدائع الصنائع	(عربی)
۶۹	حاشیہ جوہرہ نیرہ	(عربی)
۷۰	حاشیہ جواہر اخلاطی	(عربی)
۷۱	حاشیہ مراقی الفلاح	(عربی)
۷۲	حاشیہ مجمع الانہر	(عربی)
۷۳	حاشیہ جامع الفصولین	(عربی)
۷۴	حاشیہ جامع الرموز	(عربی)
۷۵	حاشیہ بحر الرائق	(عربی)
۷۶	حاشیہ تبیین الحقائق	(عربی)
۷۷	حاشیہ غنیۃ المستملی	(عربی)
۷۸	حاشیہ فوائد کتب عدیدہ	(عربی)
۷۹	حاشیہ کتاب الانوار	(عربی)
۸۰	حاشیہ رسائل شامی	(عربی)
۸۱	حاشیہ فتح المعین	(عربی)
۸۲	حاشیہ شفاء الاسقام	(عربی)
۸۳	حاشیہ طحاوی علی الدر المختار	(عربی)
۸۴	حاشیہ فتاوی عالم گیری	(عربی)
۸۵	حاشیہ فتاوی خانیہ	(عربی)

۸۶	حاشیہ فتاوی سراجیہ	(عربی)
۸۷	حاشیہ خلاصۃ الفتاوی	(عربی)
۸۸	حاشیہ فتاوی خیریہ	(عربی)
۸۹	حاشیہ عقود الدریہ	(عربی)
۹۰	حاشیہ حدیقہ	(عربی)
۹۱	حاشیہ فتاوی بزازیہ	(عربی)
۹۲	حاشیہ زیلعیہ	(عربی)
۹۳	حاشیہ فتاوی غیاثیہ	(عربی)
۹۴	حاشیہ رسائل قاسم	(عربی)
۹۵	حاشیہ اصلاح شرح ایضاح	(عربی)
۹۶	حاشیہ فتاوی عزیزیہ	(عربی)
۹۷	حاشیہ رسائل الارکان	(عربی)
۹۸	حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام	(عربی)

حواشی بر کتب تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، اخلاق

۹۹	حاشیہ احیاء العلوم	(عربی)
۱۰۰	حاشیہ حدیقہ ندیہ	(عربی)
۱۰۱	حاشیہ مدخل اول، دوم، سوم	(عربی)
۱۰۲	حاشیہ کتاب الابریز	(عربی)
۱۰۳	حاشیہ کتاب الزواجر	(عربی)

حواشی برکتب تاریخ، سیر، مناقب، فضائل

۱۰۴	حاشیہ حاشیہ ہمزیہ	(عربی)
۱۰۵	حاشیہ شرح شفاء	(عربی)
۱۰۶	حاشیہ شرح زرقانی شرح مواہب	(عربی)
۱۰۷	حاشیہ بہجۃ الاسرار	(عربی)
۱۰۸	حاشیہ الفوائد البہیہ	(عربی)
۱۰۹	حاشیہ کشف الظنون	(عربی)
۱۱۰	حاشیہ عصر الشارد	(عربی)
۱۱۱	حاشیہ خلاصۃ الوفاء	(عربی)
۱۱۲	حاشیہ مقدمہ ابن خلدون	(عربی)

حواشی برکتب زیجات

۱۱۳	حاشیہ برجندی	(عربی)
۱۱۴	حاشیہ زلالات البرجندی	(عربی)
۱۱۵	حاشیہ زیج بہادرخانی	(فارسی)
۱۱۶	حاشیہ فوائد بہادرخانی	(فارسی)
۱۱۷	حاشیہ زیج الغ خانی	(عربی)
۱۱۸	حاشیہ جامع بہادرخانی	(فارسی)

حواشی برکتب جبر ومقابلہ ومثلث

۱۱۹	حاشیہ الفوائد الجلیلہ	(عربی)
۱۲۰	حاشیہ رسالہ علم مثلث	(عربی)

حواشی برکتب توقیت، نجوم، حساب

۱۲۱	حاشیہ زبدۃ المنتخب	(عربی)
۱۲۲	حاشیہ جامع الافکار	(عربی)
۱۲۳	حاشیہ حدائق النجوم	(عربی)
۱۲۴	حاشیہ خزانۃ العلم	(عربی)

حواشی برکتب ہیئت، ہندسہ، ریاضی

۱۲۵	حاشیہ تصریح	(عربی)
۱۲۶	حاشیہ شرح چغمنی	(عربی)
۱۲۷	حاشیہ علم الہیئت	(عربی)
۱۲۸	حاشیہ کتاب الصور	(عربی)
۱۲۹	حاشیہ اصول الہندسہ	(عربی)
۱۳۰	حاشیہ تحریر اقلیدس	(عربی)
۱۳۱	حاشیہ رفع الخلاف	(عربی)
۱۳۲	حاشیہ شرح باکورہ	(عربی)
۱۳۳	حاشیہ طیب النفس	(عربی)
۱۳۴	حاشیہ شرح تذکرہ	(عربی)

حواشی بر کتب منطق وفلسفہ

۱۳۵	حاشیہ ملا جلال و میر زاہد	(عربی)
۱۳۶	حاشیہ شمس بازغہ	(عربی)
۱۳۷	حاشیہ اصول طبعی	(اردو) [1]

یہ ایک خام فہرست ہے، جو پیش کی گئی۔ اب حاشیہ نگاری کی ابتداء، ارتقاء، اوران حاشیہ نگاروں کی فہرست اسماء وتعداد حواشی کا ایک سرسری جائزہ لیا جاتا ہے۔ جو اپنے اپنے عصر وعہد میں حاشیہ نگاری وتعلیق نویسی کا کام کرتے رہے ہیں۔ حاشیہ نگاری کی ابتداء تقریباً ساتویں صدی ہجری سے ہوئی اور جنہوں نے حاشیہ نگاری پر سب سے پہلے قلم اٹھایا وہ ذات گرامی نجم العلماء، علامہ علی بن محمد بن احمد بن علی ہیں۔ ان کی وفات ۶۶۷ھ میں ہوئی ہے۔ آپ نے "ہدایہ" کے مشکل مقامات اورادق مواقع پر حاشیہ لکھا، جو "فوائد" کے نام سے معروف ہے۔ اور غالباً باقاعدگی سے علامۃ الجلیل محمد بن عبد الرحمٰن بن علی المعروف بہ شمس الدین ابن الصائغ (م ۷۷۷ھ) نے اس عمل کا آغاز کیا۔ آپ کی تصنیف "التعلیقہ فی مسائل دقیقہ" اور "مغنی ابن ہشام پر حاشیہ اولیت اور شہرت کی حامل ہیں۔

پھر حاشیہ نویسی کا یہ سفر جب سے اب تک جاری ہے۔ حاشیہ نگاری کے میدان میں کثرت وتعداد حواشی کے لحاظ سے علامہ اجل سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ) اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ) سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں۔ حاشیہ نگاروں کی عہد وار ایک فہرست یہاں درج کی جاتی ہے۔

---

[1] نوٹ: یہ فہرست حاشیہ نگاراں علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کی "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد دوم کے متعدد صفحات سے ماخوذ ہے۔ (شمس مصباحی)

ساتویں صدی ہجری

شمار	نام محشی	نام کتاب محشی	نام حاشیہ
۱	علامہ محدث نجم العلماء علی بن محمد بن احمد بن علی (م ۶۶۷ھ)	ہدایہ کے مقامات مشکلہ	فوائد

آٹھویں صدی ہجری

شمار	نام محشی	نام کتاب محشی	نام حاشیہ
۲	علامہ محدث فقیہ محمود بن احمد قونیوی (م ۷۷۰ھ)	ہدایہ	خلاصۃ النہایہ
۳	مفسر محدث علامہ اکمل الدین بابرتی صاحب عنایہ شرح ہدایہ ۷۸۶ھ	تفسیر کشاف ہدایہ	حاشیہ تفسیر کشاف حاشیہ ہدایہ
۴	علامہ مسعود بن محمد بن عبد اللہ تفتازانی (م ۷۹۱ھ)	توضیح تفسیر کشاف، شرح مختصر الاصول	حاشیہ تلویح، حاشیہ تفسیر کشاف، حاشیہ مختصر الاصول

نویں صدی ہجری

شمار	نام محشی	نام کتاب محشی	نام حاشیہ
۵	علامہ محمد بن شہاب بن محمد خوافی (م ۸۰۱ھ)	اقلیدس، قصیدہ کعب بن اجیر حاشیہ بر شرح مفتاح تفتازانی حاشیہ بر طوالع، حاشیہ بر منہاج، حاشیہ بر بیضاوی	ہر حاشیہ کتاب محشی کے نام سے مشہور ہے، جیسے حاشیہ اوائل

۶	مفسر محدث عظیم علامہ علی بن علی بن علی المعروف بہ سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ)	اوائل تفسیر کشاف، مشکوۃ عوارف المعارف، ہدایہ، شرح مطالع شرح شمسیہ، مطول، مختصر المعانی شرح حکمۃ العین، عوامل جرجانی تلویح، شرح عضد،	تفسیر کشاف حاشیہ مشکوۃ وغیرہ
۷	علامہ عصر فقیہ بے عدیل سید علی عجمی (م ۸۶۰ھ)	حاشیہ حواشی بر شرح شمسیہ، حاشیہ بر شرح مطالع، حاشیہ بر شرح مواقف	
۸	علامہ دوراں اصغر بیگ رومی قاضی قسطنطنیہ (م ۸۶۳ھ)	حاشیہ بر حاشیہ تفسیر کشاف	
۹	علامہ احمد بن موسیٰ المعروف بہ خیالی ملقب بہ شمس الدین (م ۸۷۵ھ)	حاشیہ بر شرح عقائد نسفی	خیالی اس حواشی میں بعض مقامات ایسے ادق تھے کہ مدتوں حل نہ ہوئے مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی نے خیالی پر حاشیہ لکھ کر ان کو حل کیا۔

۱۰	علامہ علی بن مجد الدین محمد المعروف بہ مصنفک از احفاد امام فخر الدین رازی (م ۸۷۵ھ)	حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح مطالع	حاشیہ، حاشیہ بر مطالع
۱۱	علامہ قاسم بن قطلوبغا مصری (م ۸۷۹ھ)	حاشیہ بر فتح المغیث، حاشیہ مشارق الانوار	حاشیہ
۱۲	علامہ مولا خسرو محمد بن فرامرز (م ۸۸۵ھ)	حاشیہ بر شرح وقایہ	حاشیہ
۱۳	علامہ حسن چلپی بن شمس الدین محمد اولی صاحب فصوص البدائع (م ۸۸۶ھ)	حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح تلخیص المعانی، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ بیضاوی،	حاشیہ چلپی
۱۴	علامہ سنان پاشا (م ۸۹۱ھ)	حاشیہ شرح چغمنی، قاضی زادہ	حاشیہ چغمنی
۱۵	علامہ خواجہ زادہ (م ۸۹۳ھ)	تہافۃ الفلاسفہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح حکمۃ العین،	حاشیہ
۱۶	علامہ علی عربی معروف بہ علاء الدین حلبی (م ۸۹۳ھ)	حاشیہ شرح عقائد، حاشیہ بر مقامات اربع، توضیح	

۱۷	علامہ احمد بن اسمٰعیل کورانی معروف بہ موسیٰ فاضل ملقب بہ شمس الدین (م ۸۹۳ھ)	حاشیہ شرح عقائد، حاشیہ بر مقامات اربع توضیح، حاشیہ بر شرح شاطبیہ از جعفری	
۱۸	علامہ نور الدین حمزہ قرامانی (م ۸۹۹ھ)	حاشیہ تفسیر بیضاوی	
۱۹	علامہ نور الدین فوقانی رومی المعروف بہ موسیٰ سلطی (م ۹۰۰ھ)	حاشیہ بر حاشیہ شرح مطالع سید شریف، حاشیہ بر شرح مفتاح	
۲۰	علامہ یوسف بن حسین کرمانی ترکی (م ۹۰۰ھ)	حاشیہ بر شرح تلخیص المفتاح، حاشیہ بر شرح وقایہ	

دسویں صدی ہجری، حاشیہ نگاری کا ایک اہم دور

۲۱	علامہ حکیم فتح اللہ شیرازی (م ۹۰۳ھ)	حاشیہ بر شرح مواقف (بحث الٰہیات)	حاشیہ
۲۲	علامہ مصطفیٰ بن حسام الدین معروف بہ حسام زادہ (م ۹۰۴ھ)	حاشیہ بر شرح عقائد نسفی	حاشیہ
۲۳	علامہ محی الدین عجمی (م ۹۰۴ھ)	حاشیہ بر فرائض سراجیہ	حاشیہ

۲۴	علامہ یوسف بن جنید توقانی المعروف بہ اخی چلپی (م ۹۰۵ھ)	حاشیہ بر شرح وقایہ	ذخیرۃ العقبیٰ
۲۵	علامہ عبدالغفور لاری ملقب بہ رضی الدین (م ۹۱۲ھ)	حاشیہ بر شرح ملا جلال جامی، حاشیہ بر شرح نفحات الانس جامی	حاشیہ عبدالغفور
۲۶	شیخ الاسلام علامہ احمد بن یحییٰ محمد ملقب بہ سیف الدین (م ۹۱۹ھ)	حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر شرح وقایہ	
۲۷	علامہ قاضی محی الدین محمد بن حسن سامسونی (م ۹۱۹ھ)	حاشیہ بر شرح مفتاح سید شریف، حاشیہ تلویح،	
۲۸	علامہ فصیح الدین محمد المعروف بہ اخوند ہراتی (م ۹۱۹ھ)	حاشیہ بر شرح تجرید، حاشیہ بر شرح تلویح، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ، حاشیہ تذکرہ شرح اربعین نووی، حاشیہ بر مختصر و مطول	حاشیہ ہدایۃ الحکمۃ
۲۹	علامہ اسمٰعیل بن بالی قرہ باغی ملقب بہ کمال الدین معروف بہ قرہ کمال (اورنہ) (م ۹۲۹ھ)	حاشیہ بر تفسیر کشاف، حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ بر شرح وقایہ، حاشیہ بر حاشیہ خیالی، حاشیہ بر شرح مواقف،	
۳۰	علامہ ابن کمال پاشا (احمد بن سلیمان رومی) ملقب شمس الدین صدر مدرسہ اورنہ (م ۹۴۰ھ)	حاشیہ بر تفسیر کشاف، حاشیہ بر اوائل تفسیر بیضاوی، حاشیہ بر شرح چغمنی۔	

۳۱ علامہ احمد بن عبداللہ یمنی (م ۹۴۳ھ)	حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر شرح عقائد نسفی، حاشیہ بر شرح لب	
۳۲ علامہ محی الدین محمد قرہ باغی (م ۹۴۲ھ)	حاشیہ بر تفسیر کشاف، حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر ہدایہ، حاشیہ بر شرح وقایہ	
۳۳ علامہ مولی عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ (م ۹۴۳ھ)	حاشیہ بر شرح عقائد نسفی، حاشیہ بر تفسیر بیضاوی	
۳۴ علامہ قاضی احمد بن حمزہ المعروف بہ عرب چلپی (م ۹۵۰ھ)	حاشیہ بر شرح وقایہ	حاشیہ چلپی
۳۵ علامہ عرب زادہ رومی (م ۹۶۹ھ) (مولی محمد بن محمد) قاضی قاہرہ	حاشیہ بر مفتاح، حاشیہ بر مطول	
۳۶ علامہ محمد آفندی برکلی رومی (م ۹۸۱ھ)	حاشیہ بر شرح وقایہ	حاشیہ برکلی
۳۷ امام العلماء سید الفقہاء مولی احمد بن مولی بدر الدین المعروف بہ قاضی زادہ (م ۹۹۹ھ)	حاشیہ بر اوائل شرح وقایہ، حاشیہ بر تجرید، حاشیہ بر شرح مفتاح سید شریف	
۳۸ علامہ عبداللہ سندھی، تلمیذ شیخ ابن حجر مکی (م ۹۹۶ھ)	حاشیہ بر مشکوٰۃ	

۳۹ علامہ شیخ وجیہ الدین جایا نیری گجرات، ہند (م ۹۹۷ھ)	حاشیہ مشکوٰۃ، حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ عضدی، حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر نووی، حاشیہ بر ہدایہ، حاشیہ بر شرح وقایہ، حاشیہ بر مطول، حاشیہ بر مختصر، حاشیہ بر شرح تجرید، حاشیہ بر شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ قدیمہ محقق دوانی، حاشیہ بر قدیم محقق عضدی، حاشیہ بر شرح حکمۃ العین، حاشیہ بر شرح مقاصد، حاشیہ شرح چغمینی، حاشیہ بر شرح ملا جامی	مشکوٰۃ کے حواشی میں آپ نے حنفیہ کا اثبات فرمایا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مشکوٰۃ کو حنفی بنادیا ہے۔
۴۰ علامہ عبدالعلی بن حسین برجندی (م ۹۹۳)	حاشیہ بر شرح ملخص چغمینی قاضی زادہ	حاشیہ برجندی

گیارھویں صدی ہجری، حواشی نگاروں کا تابناک دور

۴۱ علامہ دوراں عمر تاشی محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب (صاحب تنویر الابصار) (م ۱۰۰۴ھ)	حاشیہ بر درر	

۴۲	علامہ علی قاری، ہروی (حضرت علی بن سلطان محمد ہروی)	حاشیہ تفسیر جلالین، حاشیہ مواہب جمالین الدینیہ، حاشیہ بدر المعالی
۴۳	علامہ ملا عبدالسلام لاہوری شاگرد ملا فتح اللہ شیرازی (م ۱۰۳۷ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی
۴۴	علامہ دوراں محقق زماں سرآمد معقولیین مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۸ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ مقدمات تلویح، حاشیہ بر مطول، حاشیہ بر شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ برعقائد دوانیہ، حاشیہ بر شرح شمسیہ، حاشیہ بر شرح مطالع، حاشیہ بر حواشی عبدالغفور، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ، حاشیہ بر خیالی، حاشیہ بر قطبی، حاشیہ بر شرح حکمۃ العین حاشیہ مراح الارواح،
۴۵	علامہ احمد شہاب بن محمد خفاجی (م ۱۰۶۹ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، (آٹھ جلدوں میں) حاشیہ بر شرح فرائض، حاشیہ بر حواشی رضی

۴۶	علامہ شیخ زین العابدین نجیم مصری، (م ۹۷۰ھ)	حاشیہ بر جامع الفصولین
۴۷	علامہ خیر الدین بن احمد رملی (م ۱۰۸۱ھ)	حاشیہ بر اشباہ النظائر، حاشیہ بر بحر الرائق، حاشیہ بر جامع الفصولین
۴۸	علامہ محمد علی حصکفی صاحب درمختار (م ۱۰۸۸ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، (سورۂ بقرہ سے سورۂ بنی اسرائیل تک) حاشیہ بر درر

بارھویں صدی ہجری، حواشی کا دور ہندیہ

۴۹	علامہ دوراں میرزاہد کابلی بن قاضی محمد اسلم کابلی (م ۱۱۰۱ھ)	حاشیہ بر شرح مواقف، حاشیہ بر میرزاہد بر تصور و تصدیق قطب رازی، حاشیہ بر ہیاکل،
۵۰	علامہ دوراں ملا قطب الدین سہالوی، شہید، (م ۱۱۰۳ھ)	حاشیہ برعقائد دوانیہ،
۵۱	علامہ مولینا محمد محسن کشو کاشمیری، (م ۱۱۱۵ھ)	حاشیہ بر ہدایہ، حاشیہ بر مطول،

۵۲ علامہ حافظ امان اللہ بناری ابن نور اللہ بن علامہ حسین بناری، (م ۱۱۳۳ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ عضدی، حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر حاشیہ قدیم، حاشیہ بر شرح مواقف، حاشیہ بر حکمۃ العین، حاشیہ بر شرح عقائد دوانی، حاشیہ بر رشیدیہ	
۵۳ علامہ عنایت اللہ قادری قصوری شطاری، (م ۱۱۴۱ھ)	حاشیہ بر شرح وقایہ (دو جلدیں میں)	غایت الحواشی
۵۴ علامہ نور الدین بن شیخ صالح احمد آبادی (م ۱۱۶۰ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ بر شرح مواقف، حاشیہ بر شرح مقاصد، حاشیہ بر شرح مطالع، حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر عضدی، حاشیہ بر مطول حاشیہ بر مسلم، حاشیہ شمسیہ حاشیہ بر شرح تہذیب حاشیہ بر شرح وقایہ، حاشیہ بر شرح ملا جامی	
۵۵ علامہ ملا نظام الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ)	حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ	
۵۶ علامہ شیخ عبد الرشید جونپوری (م ۱۱۸۳ھ)	حاشیہ بر مختصر عضدی، حاشیہ بر کافیہ	

۵۷ علامہ مولوی محمد امجد قنوجی	حاشیہ بر صدرا،	
۵۸ علامہ محمد فتح علی قنوجی	حاشیہ بر شرح تہذیب، جلالی،	

تیرھویں صدی ہجری

۵۹ علامہ بحر العلوم ملا عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد لکھنو ملقب بہ ملک العلماء (م ۱۲۲۵ھ)	حاشیہ بر حواشی میر زاہد، حاشیہ بر میر زاہد، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ،	
۶۰ علامہ دوراں سید احمد طحطاوی مفتی مصر (م ۱۲۳۱ھ)	حاشیہ در المختار	
۶۱ علامہ حافظ محمد احسن خوشابی پشاوری (م ۱۲۶۳ھ)	حاشیہ بر قاضی مبارک، (شرح مسلم) حاشیہ بر تتمہ اخوند یوسف	
۶۲ علامہ دوراں فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)	حاشیہ افق المبین، حاشیہ بر تلخیص الشفاء حاشیہ بر شرح سلم قاضی مبارک،	
۶۳ علامہ دوراں مولوی تراب علی ملقب بہ رکن الدین (م ۱۲۸۰ھ)	حاشیہ بر تفسیر جلالین	ہلالین
۶۴ علامہ دوراں حافظ عبد الحلیم لکھنوی (م ۱۲۸۵ھ)	حاشیہ بر نور الانوار، حاشیہ بر شرح وقایہ، حاشیہ بر نفیسی شرح موجز، حاشیہ بر بدیع المیزان، حاشیہ بر مصباح النحو،	

۶۵ علامہ محمد مفتی یوسف سہالوی (م ۱۲۸۶ھ)	حاشیہ بر شرح سلم ملا حسن، حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک، حاشیہ بر شرح شمس بازغہ، حاشیہ بر شرح وقایہ	
۶۶ علامہ مفتی محمد سعد اللہ مرادآبادی (م ۱۲۹۵ھ)	حاشیہ بر شرح سلم حمد اللہ، حاشیہ بر شرح	

چودھویں صدی ہجری

۶۷ علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)	حاشیہ بر شرح سلم حمد اللہ	
۶۸ علامہ احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)	حاشیہ بر بلوغ المرام عسقلانی	
۶۹ علامہ انعام اللہ لکھنوی (م ۱۳۱۷ھ)	حاشیہ بر شرح عقائد، حاشیہ بر حاشیہ خیالی، حاشیہ بر شرح شمسیہ،	
۷۰ علامہ الٰہی بخش فیض آبادی (م ۱۳۰۶ھ)	حاشیہ شرح تہذیب یزدی، حاشیہ بر شرح مأۃ عامل	
۷۱ علامہ سید امیر علی لکھنوی	حاشیہ بر توضیح، حاشیہ بر تلویح، حاشیہ بر تقریب التہذیب، حاشیہ شرح الموجز	انوار الحواشی
۷۲ علامہ قاضی انور علی لکھنوی، (م ۱۳۲۳ھ)	حاشیہ بر سراجیہ،	ضوء السراج

۷۳	علامہ ایوب بن یعقوب (کوئلی) (علیگڈھ) (م ۱۳۲۳ھ)	حاشیہ بر توضیح تلویح،
۷۴	علامہ دوست محمد ٹونکی (م ۱۳۱۸ھ	حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمۃ
۷۵	علامہ شوکت علی سندیلوی (م ۱۲۷۸ھ)	حاشیہ بر شرح ملا جامی
۷۶	علامہ عبد الحق خیرآبادی (م ۱۳۷۸ھ)	حاشیہ بر حاشیہ غلام یحیٰ بر رسالہ میر زاہد حاشیہ بر حاشیہ مسلم حمد اللہ، حاشیہ بر شرح مسلم الثبوت
۷۷	علامہ عبد الرحمٰن امروہوی (م ۱۳۳۱ھ)	حاشیہ بر تفسیر بیضاوی، حاشیہ بر مطول، حاشیہ بر مختصر معانی،
۷۸	علامہ فضل حق رامپوری (م ۱۳۵۸ھ)	حاشیہ بر شرح ایساغوجی سید شریف، حاشیہ بر شرح میر زاہد بر شرح المواقف، حاشیہ بر شرح مسلم حمد اللہ، حاشیہ بر شرح تلویح حاشیہ بر جلالین، حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح
۷۹	علامہ شیخ محمد طیب مکی (م ۱۳۳۴ھ)	حاشیہ بر شرح سعد، شرح قطبیہ، حاشیہ بر مفصل
۸۰	علامہ وصی احمد سورتی المعروف بہ محدث سورتی (م ۱۹۱۶ء)	حاشیہ بر تفسیر مدارک، حاشیہ بر تفسیر بیضاوی حاشیہ بر تفسیر جلالین،
۸۱	علامہ دوراں فقیہ زماں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ)	آپ کے حواشی دو سو سے متجاوز ہیں [1] قریب ڈیڑھ سو کا شمار پیچھے گذر چکا ہے۔

[1] نوٹ: یہ فہرست حاشیہ نگاری علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کی "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد دوم کے متعدد صفحات سے ماخوذ ہے۔ (شمس مصباحی)

یہ رہی وہ فہرست جواب سے ساتویں صدی ہجری تک کے حاشیہ نگاروں پر حاوی ہے، ۸۰ حضرات حاشیہ نگار کے حواشی کی مجموعی تعداد قریب ۲۳۲ ہے، اور وہ تھی فرد واحد کی فہرست، جو اس سے پہلے درج ہوئی، پھر ان کے متبعین کا اصرار و دعویٰ ہے کہ ان کے حواشی کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔ اور تیز یہ کہ کہیں تو یہ دیکھنے میں آیا کہ ایک یا چند نوع کی کتابوں پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اور کہیں تو یہ جلوہ بکھرا ہوا ہے کہ ہر علم و فن کی ڈال ڈال پر تازہ بہ تازہ لالہ و گل مہکتے مسکراتے نظر آتے ہیں۔

دونوں فہرستوں میں موازنہ میرا مقصود نہیں۔ مگر انصاف پسندوں کو یہ کہے بنا چارہ بھی نہیں، کہ درحقیقت امام احمد رضا کی مثال صدیوں میں نہیں ملتی وہ بے مثال ولا جواب ہیں، جس سمت میں بھی انہوں نے اپنی عنان قلم کا رخ موڑا ہے، ایک عجیب مجتہدانہ شان و بصیرت سے سکے جما دیئے ہیں۔ وجدان بولتا ہے۔ ہاں! ہاں!!

ع جس سمت آ گئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں۔

اخیر میں وہ اچل جو میرے سینے میں، پنجرے میں بند پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی ہے، اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا کے عقیدت کیشوں میں دیوانے بھی ہیں اور فرزانے بھی، ان دیوانوں اور فرزانوں کے لئے یہ ایک کھلا چیلنج ہے کہ وہ یہ ثابت کر دکھائیں، کہ ان کے حواشی کی تعداد دو سو سے افزوں ہے،

لہذا، اٹھوائے! دیوانو!!

بڑھوائے! فرزانو!!

نکلوائے! محققو!!!

کود پڑوائے! ماہرو!!

اپنی رفتار تحقیق و جستجو تیز گام کر دو، خزینے دیکھو، دفینے اکھاڑو، کھنڈرات کھودو، نوادر نکالو، کیڑوں اور دیمکوں کی گرفت سے، غفلت اور بے توجہی کے منقاروں سے، نسیان اور گمنامی کے حصاروں سے ان جواہر و زواہر کو بقوت چھین لو اور پھر تحقیقات کی میز پر قطار در قطار سجا دو، کہ علمی دنیا سیراب و شاداب ہو جائے اور تمہارا دعویٰ بھی بے دلیل کے صحرا میں بھٹکنے سے بچ جائے، اللھم!

یا رب بالمصطفیٰ بلغ مقاصدنا و اغفرلنا ما مضی یا واسع الکرم

اسلوب تحقیق:

امام احمد رضا کی کوئی بھی تصنیف سرسری قسم کی نہیں ہے، ان کے قلم میں بحر و قیانوس جیسی گہرائی موجود ہے۔ اسلوب تحقیق بہت بلند ہے، انہوں نے سلف محققین کے وضع کردہ اصولوں کو برتا ہے، اپنی تحقیق پیش کرتے وقت ان اصولوں پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اصول تحقیق کو نہ صرف یہ کہ پیش نظر رکھا ہے، بلکہ اس کا زکو آگے بڑھایا اور مزید اصول و قواعد وضع بھی کئے ہیں۔ تصدیق کے لئے تفصیل آگے آتی ہے۔ محققین سلف کے اصول تحقیق پر جو انہوں نے بحث کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ صحت نسخ:

۱ کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا، اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت سے رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں، جس کا اصلاً ثبوت نہیں [1]۔

۲ کسی کتاب کا ثابت ہونا، اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی

---

[1] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۵

کتابوں میں الحاقات ہیں، جن کا مفصل بیان "الیواقیت و الجواہر" امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [۱]

☆ اتصال سند :

۱ علماء کے نزدیک ادنیٰ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔ [۲]

۲ اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے۔ تو یہ بھی کافی ہے۔ یعنی اصول متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند اصل وہ شی ہے، جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے۔ [۳]

☆ تواتر :

۱ کتاب کا چھپ جانا، اسے متواتر نہیں کر دیتا، کہ چھاپ کی اصل وہ نسخہ ہے، جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ [۴]

۲ متعدد بلکہ کثیر وافر قلمی نسخ کا موجود ہونا بھی ثبوت قطعی کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخ جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے، یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہاں سے نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے۔ [۵]

---

[۱] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶

[۲] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۵

[۳] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹

[۴] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶

[۵] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶

☆ تداول :

۱ متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا، جس سے اطمینان ہے کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا"۔ [۱]

۲ تداول کا یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و دریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمع نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے"۔ [۲]

۳ زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں، کہ وجود و تداول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ [۳]

☆ احتیاط نقل واستدلال:

۱ علماء نے فرمایا: جو عبارت کسی تصنیف کے نسخ میں ملے، اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے، یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے، یونہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا، ورنہ نہیں۔ [۴]

۲ اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ سے کیا، وسائط

---

[۱] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹

[۲] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹

[۳] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹

[۴] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۷

زیادہ ہوں، تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو، تو یہ بھی ایک طریقہ روایات ہے اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز[1]

یہ چند اصول تحقیق ہیں، جن کا لحاظ نہ کیا جائے، تو کوئی بھی تحقیق جسد بے روح قرار پائے، اور اس سے جو غلط نتائج برآمد ہوں گے، وہ زمانوں گمراہ کن ہوں گے۔ امام احمد رضا اس امر میں حد درجہ محتاط و متدین تھے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

تحقیق میں صحت نسخہ اور صحت متن کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ ''فتاویٰ تاتار خانیہ'' کی ایک عبارت میں انہیں شبہ ہوا، عبارت یہ ہے:

ومعه من الماء قدر مايتوضو به فانه تيمم ولا يتوضو به فانه تيمم الا يتوضو به لانه لما مر[2]

ان کے پاس کتاب مذکور کے چار نسخ تھے، ان سب میں عبارت یوں تھی۔ و معه من الماء قدر ما يتوضو به لانه يتوضو كما مر، ان کا التباس یہ تھا کہ یہاں الفاظ کم ''فانه متيمم ولا يتوضو به ساقط ہیں، جو چاروں نسخوں میں طباعت کی غلطی ہے۔ اب انہیں قلمی نسخوں کی تلاش ہوئی۔ اگر چہ عبارت کو اپنے فہم و وجدان سے صحیح سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''فتاویٰ امام قاضی خان فصل ما يجوز به التيمم، اس مسئلہ میں جب هتمم للظهر و صلى ثم احدث (اى قوله) معه ماء يكفى للا غتسال تيمم،

جتنے نسخ مطبوعہ ہیں۔ سب میں عبارت ناقص و مختل ہے، مصر، کلکتہ، لکھنو تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو۔ اس سے

---

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۷
[2] فتاویٰ قاضی خان باب التیمم مطبع نول کشور ۱/۳۰

پوری عبارت نقل کر کے بھیجئے[1] (مکتوب بنام مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی عظیم آبادی۔ محررہ ۲۲ رجب ۱۳۳۲ھ)

چنانچہ ملک العلماء مولینا سید محمد ظفر الدین رضوی نے خدا بخش لائبریری پٹنہ سے دو دو قلمی نسخوں سے زیر بحث مسئلہ کی پوری عبارت نقل کر کے بھیجی، اس سے پہلے انہوں نے لکھنو سے بھی ایک خطی نسخہ منگوایا، ان تینوں نسخوں میں عبارت و الفاظ ویسے ہی ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنے فہم سے سمجھا تھا۔ دیکھیں، وہ لکھتے ہیں:

''فقیر کے پاس ''خانیہ'' کے چار نسخے ہیں، ایک مطبع السلام کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ یہ، اس کے جلد اول نہیں، دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے اسی ۸۰ برس ہوئے، تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ''ہامش ہندیہ'' پر ہے، چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ، جس کے ہامش پر سراجیہ ہے، عجب کہ ان سب میں'' و معه ماء قدر ما يتوضو به '' کے بعد الفاظ کم ساقط ہیں۔ اس کے بعد'' لانه لما مر ''تعلیل ہے، عجب نہیں کہ مصری و مصطفائی دونوں نسخے اس نسخہ کلکتہ سے نقل ہوئے ہوں، جس میں عبارت چھوٹ گئی۔ اگر چہ خود فحوائے عبارت نیز مشاہدہ امام احمد کتاب اصل سے کہ بعونہ تعالیٰ افادا تمہیں آتا ہے۔ الفاظ ساقط ظاہر تھے۔ کہ'' فانه تيمم ولا يتوضو به ''ہوں گے۔ کاتب کی نظر ایک '' لا يتوضو به '' سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی، بحمد تعالیٰ نسخہ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ چند سال ہوئے۔ فقیر کے پاس ایک پرانا قلمی نسخہ لکھنو سے آیا تھا۔ اس میں بعینہ عبارت یونہی تھی، جس طرح فقیر نے خیال کی'' و معه من الماء قدر مايتوضو به فانه يتيمم ولا يتوضو به لانه لما مر'' الخ۔

---

[1] سید محمد ظفر الدین مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۲۶۷

اس کے بعد ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقہ اللہ تعالیٰ لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین وجعلہ کاسمہ ظفر الدین اپنے زمانۂ مدرسی مدرسہ شمس الہدیٰ بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدا بخش خان سے ایک بہت قدیم قلمی نسخہ مکتوبہ ۹۰۰ھ سے کہ جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے، یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا۔ اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے۔" و معہ ماء قدر ما یتوضو بہ انہ یتیمم ولا یتوضو بہ لانہ لما مر الخ،

دوسری نقل کا ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی، جسے ۴۰۸ برس ہوئے۔ اس میں یوں ہے :" و معہ ماء قدر ما قدر ما یتوضو بہ فانہ متیمم لانہ لما مرا لخ" اس کا بھی حاصل وہی ہے۔ کمالا یخفی" ۱؎

اس ایک مثال سے اس امر کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ان کا اسلوب تحقیق کتنا بلند تھا۔ انہوں نے کوئی بات بے تحقیق، بلا ثبوت لکھی نہ کہی۔ جو کچھ کہا۔ جو کچھ لکھا۔ دلیل سے کہا، تحقیق سے لکھا، کہ کسی کو لب کشائی کی گنجائش نہ رہی، غالباً اسی وجہ سے شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مسجد حرام، مکہ معظمہ نے انہیں "خاتم المحققین" اور "سلطان العلماء المحققین" ۲؎ کے لقب سے یاد کیا۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی (م ۱۱۴۴ھ/۱۲۳۵ھ) کی شرح فقہ اکبر چھپی اور ان کی نگاہ سے گذری، تو پہلے ہی دن پہلی ہی نظر میں ایک عبارت کے اندر معلوم ہوا کہ کچھ چھوٹ گیا ہے، لہٰذا صفحہ وسطر کی قید سے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو خط لکھا کہ :

۱؎ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۴/۲۱۵
۲؎ الفیوضات الملکیہ ص ۷۰ بحوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۴۸

"ایک حاجت ضروری گذارش، شرح فقہ اکبر حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ میرے پاس آگئی، آج اسے دیکھا، ص ۳۰ پر سطر ۱۹ سے ثلث سطر ۲۱ تک "وسیر اہل سماء افضل از اہل سماء" سے "نعوذ باللہ منہا" تک عبارت میں بظاہر سقط معلوم ہوتا ہے۔ امید کہ صحیح نسخہ قلمیہ سے اور اگر خاص دستخطی حضرت شارح قدس سرہ ہو، تو از ہمہ اولیٰ، یہ عبارت صحیح تحریر فرما بھیجیں، باعث ممنونی ہوگا، والتسلیم" ۱؎

حضرت مولانا عبد الباری نے ۲۸ رشوال کو جواب لکھا کہ:

"میں سندھ کے لئے پابہ رکاب ہوں، اس لئے جناب والا کے ارشاد کی شرح فقہ اکبر کے بارے تعمیل نہ ہوگی، زیادہ آداب" ۲؎

(مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری فرنگی محلی محررہ ۲۸ رشوال ۳۹ھ) حضرت مولانا موصوف سندھ سے واپس تشریف لائے، تو امام احمد رضا نے اس کی یاد دہانی کرائی اور اصلاح و نظر ثانی کی تمنا کا اظہار کیا، الفاظ یہ ہیں:

"اب تو آپ تشریف لے آئے۔ عبارت شرح فقہ اکبر اصل نسخہ سے مطابق فرما کر اب عنایت ہو، نیز ص ۳۸ سطر اول میں ہے "اجماع خلاف حضرت امیر المومنین قطعی و اجماع خلاف ظنی" یہاں بھی کچھ الفاظ رہ گئے ہیں، اس کی بھی تکمیل عنایت ہو۔ حیف! کہ ایسی کتاب اور اتنی غلط چھپے؟ جابجا مطلب خبط ہوگئے، جابجا شود کا نشود، اور نشود کا شود ہے۔ اس کو تصحیح کامل کے ساتھ چھپوانا اعظم حسنات سے ہے۔ یہ آپ کے ہاتھ میں ہے، یا اصل نسخہ عاریۃً مجھے عنایت ہو تو میں باذنہ تعالیٰ اس خدمت کا شرف لوں، والتسلیم" ۳؎

۱؎ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبد الباری حسنی پریس بریلی ۱۹۲۱ء ۳/۲۹
۲؎ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبد الباری حسنی پریس بریلی ۱۹۲۱ء ۳/۳۱
۳؎ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبد الباری حسنی پریس بریلی ۱۹۲۱ء ۳/۳۱،۳۲

(مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری، محررہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ)

یہ ہے ان کا معیار مطالعہ اور نگاہ تحقیق، جو انہیں قلمی نسخوں کی تلاش پر مجبور کر دیتی ہے، جب تک وہ خود مطمئن نہیں ہو جاتے، استدلال و استناد سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس سے ان کے نقل و استناد میں احتیاط و دیانت کا پتہ چلتا ہے۔

ذہانت، زود نویسی اور کثرت حوالجات :

امام احمد رضا کی سیرت، سوانح، علوم، تصانیف اور خدمات پر جو کتب و مقالات لکھے گئے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد بھی ایک ہزار سے زیادہ تک پہنچ چکی ہے، ان کتب و مقالات کے صفحوں پر بالعموم یہ تذکرہ ملتا ہے کہ وہ بڑے ذہین اور نہایت فطین تھے، طبیعت غضب کی اخاذ تھی، دماغ بلا کا جوال اور قلم ایسا سیال تھا، جیسے پہاڑ کی چوٹی سے پانی کا بہتا ہوا دھارا، ذہانت اور قوت یادداشت کا مظاہرہ ان کے بچپن سے ہی ہونے لگا تھا، ان کے استاذ انہیں ابتدائی کتب پڑھاتے تو ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتے اور جب سنانے لگتے، تو حرف بہ حرف اور لفظ بہ لفظ پڑھ سنا دیتے، یہ کیفیت دیکھ کر متعجب ہو کر استاذ نے پوچھا، احمد میاں! یہ تو کہو، تم آدمی ہو، یا جن، کہ مجھے پڑھاتے دیر لگتی ہے، مگر تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔[1]

ان کی سیرت و ذہانت کا یہ واقعہ بھی باوثوق ذرائع سے نہایت مشہور ہے کہ انہوں نے صرف ایک ماہ کی چھوٹی سی مدت میں قرآن کریم نہ حفظ صرف کر لیا، بلکہ محراب میں کھڑے ہو کر تراویح بھی سنا دی[2] ایک دفعہ وہ مشہور استاذ حدیث مولینا وصی

[1] محمد ظفر الدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۲۲

[2] محمد ظفر الدین رضوی مولینا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۲۶

احمد محدث سورتی سے ملنے پیلی بھیت گئے، تو کم و بیش چوبیس گھنٹے میں "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" کی دو جلدیں مطالعہ کر کے واپس کرنے لگے، تو محدث موصوف نے کہا "ملاحظہ فرمالیں، تو بھیج دیں" انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ میں لکھ دوں گا اور مفہوم تو عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔[1]

اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ علامہ عبدالحی لکھنوی نوٹ کہ اس زمانہ میں نوایجاد تھا، کے بارے میں عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا، جبکہ آپ کا موقف جواز کا تھا، "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم" آپ نے مکہ مکرمہ میں لکھی، اس میں گیارہویں سوال کے جواب میں آپ نے ان کا رد پندرہ وجوہ سے کیا[2] اور یہ محض قوت حافظہ کا کرشمہ تھا، ورنہ وہاں ان کا فتویٰ آپ کے پیش نظر نہ تھا، خود آپ لکھتے ہیں: ان کا فتویٰ اگر چہ وہاں موجود نہ تھا، مگر اس کا مضمون ذہن میں تھا، بفضلہ تعالیٰ گیارہویں مسئلہ میں اس کا وافی و شافی رد گذرا، کہ مصنف کو کافی اور اوہام کا نافی ہے، وللہ الحمد[3] جب آپ وطن لوٹے تو فتویٰ کی طرف مراجعت ہوئی، اور بیس وجوہ سے ان کی تنقید فرمائی۔[4]

ایک دفعہ انہیں مرض اسہال نے آلیا، تو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے مطلقاً منع کر دیا۔ مگر ان کے دل میں فرض منصبی، اس کے تقاضے اور خدمت خلق کا جذبہ سرد نہ پڑا اور وہ اپنے یہاں موجود مفتیوں اور حاضر باشوں کو آئے ہوئے سوالات و مکتوبات کے جوابات حسب معمول لکھواتے رہے، اور پھر "مجھ سے فرماتے، البخاری سے فلاں جلد

[1] سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۲۲، ۲۶/۳، ۲۸/۳

[2] احمد رضا خان امام کرنسی نوٹ کے مسائل ادارہ افکار حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص ۸۷ و بعد

[3] احمد رضا خان امام کاسر السفیہ مع کفل الفقیہ ادارہ افکار حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص ۱۰۳

[4] احمد رضا خان امام کرنسی نوٹ کے مسائل ادارہ افکار حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص ۱۱۹ و بعد

نکالو، اکثر کتابیں مصری ٹائپ (جو باریک ہوتے ہیں) کی کئی کئی جلدوں میں ہوا کرتی تھیں۔ مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحے اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے۔ اسے نقل کر دو، میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون ساوقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے، غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔"[1]

ع آفریں ہے اس ذکا ئ و فہم پر

ان کی سیرت وشخصیت کے اوراق اس قسم کے محیر العقول واقعات سے بھرے بھرے دکھائی پڑتے ہیں۔ یہاں سب یا اکثر کا نقل واعادہ بھی طول مضمون کا باعث ہے۔ جنہیں اشتیاق ہو، اصل کتب کی طرف رجوع کریں، اب ان کا ایک اور رخ ملاحظہ کریں، وہ خطاط وخوش خط بھی تھے، خط نسخ، خط نستعلیق اور خط شکستہ سے ان کی انگلیاں اس قدر مانوس تھیں۔ قلم کو حرکت ہوتی اور تراشے ہوئے الفاظ نگینوں کی طرح سج سنور کر نکلتے اور سینۂ قرطاس پر خود بخود جڑتے چلے جاتے۔ علماء کی صف نعال میں بیٹھنے کا آرزومند غلام جابر شمس مصباحی کے پاس پچاسوں تصانیف ومکتوبات ونوادرات ہیں۔ بعض عکس نوادرات میں شامل کیے جاتے ہیں۔ دیکھ کر وہاں کہنا پڑے گا کہ میری باتوں میں مبالغہ ہرگز نہیں ہے، ان کے اولین سیرت نگار لکھتے ہیں:

"یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا، کہ جس درجہ فضل وعلم میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، سکشتہ خط بھی نہایت عمدہ تھے، اور حد درجہ گھٹا ہوا تحریر فرماتے تھے۔"[2] مطبع اہل سنت وجماعت بریلی کی مطبوعات ونشریات جنہوں نے دیکھی ہیں، انہیں یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ بہت سے رسائل وکتب کاتب سے کتابت

[1]، [2] سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۹، ۴۰

کرائے بغیر صرف ان کی خوش خطی وخوش رقمی کی بنیاد پر چھاپ دیے گئے تھے، اتنے وہ زریں رقم اور خوش نوشت تھے، ان کے لکھنے کی جو رفتار تھی، وہ انتہائی تیز تھی، زود نویس تھے وہ، ان کی زود نویسی اور سرعت نگارش دیکھ کر ہندوستان کے علماء حیران وششدر رہ جاتے اور مشائخ حجاز اقدس کی بابرکت زبانوں پر آفریں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں، چنانچہ جلیل القدر شیخ سید مامون البری المدنی لکھتے ہیں:

"صاحب القلم الاسحار والكلم الفائق لطفها نسيم الاسحار ذالكما لات العاليه التي لا تتصور كنهها برسم وحد فهو التحقيق بان يقال انه في عصره اوحد كيف فضله اشهر من نار على علم۔۔۔

الخيل والليل والبيداء تعرفني والسيف والرمح والقرطاس والقلم"[1]

ترجمہ: جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے، جن کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے، وہ ایسے کمالات عالیہ کے مالک ہیں کہ ہم ان کی کنہ (حقیقت) نہ بذریعہ رسم کر سکتے ہیں نہ بذریعہ حد، وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے ان جیسا فی زمانہ کوئی نہیں۔ کیونکہ ان کا فضل وکمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جائے۔۔۔۔

ترجمہ شعر: مجھے (سب چیزیں پہچانتی ہیں) گھوڑے بھی (کہ میں شہسوار ہوں) راتیں بھی (کہ ان میں جاگ کر یاد خدا کرتا ہوں) بیابان بھی (کہ انہیں تلاش محبوب میں قطع کرتا ہوں) تلوار اور نیزے بھی (کہ ان سے جہاد کرتا ہوں) کاغذ اور قلم بھی (کہ عقائد اسلامیہ اور مسائل شرعیہ لکھتا ہوں)۔

سرعت تحریر کے متعلق حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف لکھتے ہیں: "وہ بہت زود

[1] احمد رضا خان امام الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی ص ۱۱۲-۱۱۳

نویس تھے، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا"۔[۱]

شیخ الدلائل حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا شاہ کرامت اللہ خان دہلوی فرماتے تھے: "مولانا احمد رضا کی وہ ہستی ہے کہ علماء ہر باب میں ان کے محتاج ہیں، علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں، تو وہ جس قدر تصنیف فرمائیں گے۔ یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے"۔[۲]

جیسا کہ ابھی اوپر بیان میں آچکا ہے کہ وہ حالت امراض میں علمی و تصنیفی اشغال جاری رکھتے ہاں! وہ علالت کی وجہ سے رات کو املا کراتے اور دن کو خود تحریر فرماتے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا اور شب کو اسی طرح کام ہوتا۔[۳]

میری تحریر میں اکثر روایات و بیانات حیات اعلیٰ حضرت سے نقل ہوتے ہیں اور آگے بھی نقل ہونگے، یہ اس لئے کہ یہی وہ کتاب حیات و خدمات رضا پر اولین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے جس سے مابعد کے ادیبوں اور خطیبوں نے لفظاً یا مفہوماً استناد کیا ہے، اور اپنی اپنی تحریر و تقریر کو رنگ شہرت و تقویت دیا ہے، اس لئے یہاں وہاں سے کچھ لینے کے بجائے ہم اسی سرچشمہ اول میں ڈول ڈالتے اور اپنی بے جان تحریر کو سیراب کرتے ہیں۔

یہ تھی مختصری گفتگو ان کی قوت یادداشت اور سرعت تحریر کی، ان کی نگارشات

---

۱ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۹۳

۲ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱۳۳

۳ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱۳۷

و نگارشات کی ایک نمایاں خصوصیات حوالوں کی کثرت بھی ہے، اور ہر وہ فن جس میں وہ لکھ رہے ہوتے ہیں کہ متون و شروح و حواشی سے اپنے مدعا و موقف پر دلائل کا پہاڑ کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیا وہ صرف نقل اقوال کرتے چلے جاتے ہیں، نہیں، بلکہ ان میں توفیق و تطبیق بھی دیتے ہیں، اگر وہ متعارض ہیں اور اگر کہیں شرعی یا فنی جھول ہے، تو وہاں وہ یوں تشریح و تنقیح کرتے ہیں کہ علم و فن کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ بسا اوقات ان کے قلم سے کچھ ایسے اصول و قواعد نکل آتے ہیں، کہ وہ ان میں موجد یا کم از کم انفرادی شان لئے نظر آتے ہیں۔ غرض مجتہدانہ و موجدانہ قوت و بصیرت اور شہ زور قسم کی دلیل و حجت سے قاری و سامع کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کہتے ہیں:

"وہ اپنے علمی مقالات و رسائل اور کتب کو عقلی اور نقلی دلائل و شواہد سے ایسا مزین کرتے ہیں۔ کہ قاری مطمئن ہو جاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ ان کا ایک رسالہ "شرح المطالب فی بحث ابی طالب" ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے، مگر اس میں ایک سو تیس کتابوں کے حوالے موجود ہیں۔ ان کی علمی تحقیقات کی یہی شان ہے۔ ان کی قوت حافظہ بہت تیز تھی، ان کا قلم بھی سیل رواں کی طرح چلتا تھا۔"[۱]

مفتی محمد عیسیٰ رضوی[۲] جن کے قلم سے حال ہی میں ایک تحقیقی کتاب "امام

---

۱ محمد مسعود احمد پروفیسر محدث بریلوی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۳ء ص ۹۷

۲ نوٹ: مفتی محمد عیسیٰ رضوی ایک فاضل نوجوان ہیں، خوش پوش، خوش خو، خوش فکر، شستہ زبان اور شگفتہ قلم کے مالک ہیں، "امام احمد رضا اور علم حدیث" کی چھ جلدوں کے بعد "امام احمد رضا اور سیرۃ الرسول" کے عنوان سے چھ کی مجلدات تالیف کر چکے ہیں، کتابت و طباعت کا انتظار ہے، خدا غیب سے کفیل پیدا فرمائے۔

"جامع الاحادیث" کے نام سے علامہ محمد حنیف قادری بریلوی نے بھی امام احمد رضا کی حدیث دانی کے حوالہ سے دس جلدوں میں کام کیا ہے، جو امام احمد رضا اکیڈمی بریلی سے چھپ چکا ہے۔ خدا دونوں مؤلفین کو اجر خیر اور خیر کثیر عطا فرمائے۔ (شمس مصباحی)

احمد رضا اور علم حدیث'' کے عنوان سے چھ جلدوں میں نکلی ہے، تین جلدیں ہند و پاک سے چھپ چکی ہیں اور بقیہ تین مجلدات منتظر طباعت ہیں، وہ ان کے ایک رسالہ اور اس کے حوالوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ تو کتب حدیث اور راویان حدیث کے نام ہیں، جو ان کی بصیرت حدیث پر دال ہیں۔ لیکن جب کسی فقہی مسئلہ پر ان کا قلم چلتا ہے، تو ایک مسئلہ کے ثبوت و تحقیق میں کئی کئی کتابوں کے حوالے درج کرتے ہیں۔ اسی مذکورہ مسئلہ کے ثبوت میں انہوں نے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمایا، تو ۱۸ر کتابوں کے حوالے تحریر کئے۔ یہ ان کی فقاہت اور بصیرت فقہ کی ادنیٰ مثال ہے۔ ورنہ وہ حوالہ دینے پر آتے ہیں، تو سو سو کتابوں کے حوالے سپرد قلم کرتے ہیں۔''[1]

کچھوچھہ مقدسہ کے صوفی صافی، صحافی عالم و بزرگ سید محمد جیلانی اشرف جن کی ادارت و قیادت میں ۱۹۷۶ء کو ماہنامہ المیزان ''بمبئی کا امام احمد رضا نمبر'' شائع ہوا۔ اور انتہائی صاف ستھرا، محقق، منظم اور منضبط طور سے منظر عام پر آیا، جسے دیکھ کر ایک جہان علم و فن مچل اٹھا۔ وہ اپنے فکر انگیز اداریہ میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ر علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے بھرپور ترجمۂ قرآن دیا۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ر سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر ۵ گھنٹے میں امام احمد رضا ہمیں ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔''[2]

---

[1] محمد عیسیٰ رضوی مولانا امام احمد رضا اور علم حدیث رضوی کتاب گھر دہلی ۱۹۹۹ء ۱/۳۰

[2] ماہنامہ ''قاری'' دہلی امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء ص ۴۸

اب تک جتنی رائیں اور روایتیں پیش ہوئیں، وہ سب کے سب امام احمد رضا کے خوش اعتقاد متبعین و منتسبین اور رضویاتی ماہرین کی تھی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا یہ روایات و آراء کے پیچھے کچھ حقیقت بھی ہے۔ یا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور خوش فہمی و عقیدت کیشی کی اپج ہے۔ کنگن ہاتھ کو آرسی کیا کے بموجب مقالہ نگار نے ان کے مصنفات و مجلدات کی سرسری ورق گردانی کی، تو ہمیں اس سے سوا نظر آیا۔ جو کچھ وہ کہتے یا لکھتے ہیں، کیونکہ ان کی سیکڑوں تحریریں اور تحقیقیں ایسی دیکھنے میں آئیں، جو نہ صرف دو دو اور ایک ایک دن بلکہ چار چار اور دو دو گھنٹے کی کاوش و حرکت قلم کے نتائج ہیں جو ان کی قوت حفظ و اخذ، سرعت تحریر و نگارش اور کثرت حوالہ جات پر مہر نیم روز سے زیادہ روشن اور ہالہ سے زیادہ وزنی دلیل و ثبوت ہیں۔

اور پھر حیران کن بات یہ ہے کہ سفر ہو یا حضر، تنہائی ہو یا مجمع عام، صحت ہو یا مرض، کتابیں پاس ہوں یا وہ کتابوں سے دور ہوں۔ ان کا قلم ہر حال اور ہر فن میں یکساں دھواں دھار چلتا ہے اور ہر طرح کی نگارشات و تعلیقات کی یہی شان علی الکمال نظر آتی ہے۔ یہ دیکھ کر اس ارشاد رسول پر یقین مزید بڑھ جاتا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ بندہ جب خدا کا بن جاتا ہے تو خدا اس کی آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ ہوتا ہے، یعنی بے پناہ خدائی قدرتوں کا ظہور اس بندہ سے ہونے لگتا ہے۔ حق ہے جو انہیں آیت الٰہی اور معجزۂ رسول کہتے ہیں۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ایسوسی ایٹ پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری لکھتے ہیں:

''لوگ احمد رضا کو اپنے عہد کا مجدد کہتے ہیں۔ اور میں اسے آنے والے ہر دور کے لئے اپنے رسول ﷺ کا معجزہ سمجھتا ہوں۔ لوگ اسے فاضل بریلوی پکارتے ہیں اور میں اسے

آیت الٰہی دیکھتا ہوں، لوگ اسے فقیہ و عالم ٹھہراتے ہیں اور میں اسے فہم دین میں "حجت" گرداناتا ہوں"۔[1]

امام احمد رضا کے ایک معاصر جو دینی اعتقاد میں ایک دوسرے کے حریف بھی تھے، مولانا شبلی نعمانی جب بمبئی یا حیدرآباد جاتے تو بکسوں کا ایک متحرک چھوٹا سا کتب خانہ ساتھ ہوتا۔[2] مگر امام احمد رضا سفر کرتے تو، ان کے ساتھ صرف ان کا ذہن جاتا اور وہ قلم ضرور ہمراہ ہوتا، جو خاص دست قدرت نے ان کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا اور تحریر و تصنیف میں قطعاً کوئی رکاوٹ نہ ہوتی، لکھتے ہیں:

"فقیر ۲۹ رشعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدت گرما گزارنے پہاڑ پر آیا ہوا ہے۔ مگر حکم مسئلہ بفضلہٖ تعالیٰ واضح و میسور"۔[3]

کثرت کار اور ہجوم افکار کا بھی ذرا نظارہ کیجئے۔ لکھتے ہیں:

"بحمدہٖ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثلاً چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں"۔[4]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"فقیر کے یہاں علاوہ رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار افتاء اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار، جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و

---

[1] سہ ماہی "افکار رضا" بمبئی شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ مضمون سید عبدالرحمٰن بخاری ص ۵۸

[2] شہاب الدین دسنوی سید شبلی معاندانہ تنقید کی روشنی میں انجمن ترقی اردو ہند جامع دہلی ۱۹۸۶ء ص ۱۳۶

[3] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء ۳/۴۸۵

[4] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء ۳/۲۳۰

افریقہ حتیٰ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں"۔[1]

مذکورہ ممالک سے آنے والے یہ سوالات و استفتے اس بات کی شہادت ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں مرجع العلماء والفتاویٰ تھے اور اپنے معاصرین میں یگانہ و یکتا تھے اور علماء عرب تو بصورت خاص ان کی بصیرت فقہ کے قائل و معترف تھے۔ اس قسم کے خیالات کا اظہار "امام احمد رضا اور عالم اسلام" کے مصنف نے بھی کیا ہے۔[2] اس امر کی شہادتیں آئندہ اوراق میں اور بھی آئیں گی،

سرعت تحریر اور شان فقاہت کے متعلق شیخ مولانا اخوند جان بخاری مجاور حرمین لکھتے ہیں:

"الا یری الی هذه الرسالة النافعة فانها وان امکن تحریرها من غیر المؤلف الالمعی النحریر لکنها مما یستبعد اتمامها مما ذکره من زمان قصیر"۔[3]

کیا اس مفید رسالہ کو نہیں دیکھتے، مجال ہے کہ ذکی الطبع اور ماہر علوم مصنف (امام احمد رضا) کے علاوہ کوئی لکھ سکے، مگر یہ بات بعید ہے کہ اتنی مختصر مدت میں کوئی ایسا رسالہ مکمل کر سکے۔

حضرت مولانا سید کریم رضا کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اگر جناب یہاں تشریف فرما ہو کر اس کم ترین خادم سنت کے کثرت کار ملاحظہ فرمائیں، تو امید کہ تاخیرات واجب العفو ٹھہرائیں"۔[4]

ایک اور مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کیجئے اور ان کے لمحہ بہ لمحہ دینی مشاغل اور علمی مصروفیات کا اندازہ لگایئے۔ صدر انجمن نعمانیہ لاہور کے نام لکھتے ہیں:

---

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۳/۱۳۹

[2] محمد مسعود احمد پروفیسر امام احمد رضا اور عالم اسلام ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی ۲۰۰۰ء

[3] احمد رضا خان امام رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور ص ۱۵۰

[4] مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مولانا سید کریم رضا محررہ ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ بحوالہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ شمارہ محرم ۱۳۳۲ھ

''مولٰنا! اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے اور اس پر نقاہت وضعف کی قوت اور اس پر محض تنہائی ووحدت، ایسے امور میں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھتے ہیں، خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے کی فرصت نہیں ملتی، یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم ﷺ محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت ومذہب سنت کی خدمت ہے، جو صاحب چاہیں، جتنے دن چاہیں، فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں، مہینہ دو مہینہ، سال دو سال، اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں۔ اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کرسکتا تھا اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ کے ہی مذہب کی خدمت گاری میں گذرتا ہے، تو اب یہ اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو، تو مجھے ہدایت فرمائی جائے''۔[۱]

اس روشنی میں حقیقتوں کے چہروں سے حجاب ہٹا کر دیکھتے ہیں اور چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں، خیال رہے کہ جو تاریخ لکھی جائے گی، وہی اس کتاب کا سال تصنیف ہے۔ کیونکہ ان کی ہر کتاب تاریخی اور عربی زبان میں ہے۔ یہ ایک اضافی خوبی ہے، جو ان کی تاریخ دانی، تاریخ گوئی اور بعجلت مادۂ تاریخ نکالنے پر دال ہے، یہ ایک مقالہ کا موضوع بن سکتا ہے۔

☆ مقام الحدید علی خد المنطق الجدید ۱۳۰۴ھ

ایک رجب کو سائل نے سوال لکھا، کب بھیجا اور کب پہنچا، بصراحت موجود نہیں، مگر ۷ر رجب کو آپ نے ۴۷ر صفحات کا رسالہ تیار کردیا۔ آپ نے لکھا ہے:

وقع الفراغ من تسوید هذه الاوراق لسبع خلون من الشهر السابع

---

[۱] مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مولانا محرم علی چشتی محررہ ۱۳۰۷ھ جمادی الآخر فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۳۴

من العام الرابع من المائة الرابعة من الالف الثانی من هجرة سراج الافق امام الخلق نبی الرفق ذی العلم الحق الحکیم الربانی صلوٰة الله تعالیٰ و سلامه علیه و علیٰ آله و صحبه و کل مشتاق الیه برحمتك یا ارحم الراحمین۔ والحمد الله رب العالمین''۔[۱]

☆ حیات الموات فی بیان سماع الاموات، ۱۳۰۵ھ

۷۵ سے زائد احادیث رسول اور مع حواشی تقریباً ۴۷۰ اقوال واسماء اور عبارات ائمہ وعلماء سے مالا مال ہے، یہ ان کی نگاہ میں چند آثار واحادیث واقوال علماء قدیم وحدیث ہیں، ابھی ان کے ذہن میں تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ وافر مقدار میں موجزن ہیں، لکھتے ہیں:

''بہت ائمہ دین وعلماء معتقدین وکبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر رہے ہیں، عجب نہیں کہ حضرت حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم وتبییض سے فارغ ہوکر خاص اسی باب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث واقوال ماضیہ وآتیہ فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفیٰ وغیرہ افاضات تازہ کرے''۔[۲]

کتاب مذکور کتنے دن کی مشق ومحنت کا نتیجہ ہے، تو لکھتے ہیں:

یہ معدود سطریں ہیں، یا معضود سلکیں، جنہیں افقر الفقراء احقر الوریٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ میں رنگ تحریر دیا، یہ رسالہ حق سے متصل، باطل سے منفصل، مقدمہ وسہ

---

[۱] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ۱۱/۳۱۰

[۲] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۹/۸۳۳

مقصد و خاتمہ پر مشتمل۔"[1]

☆ التحبیر بباب التدبیر، ۱۳۰۵ھ

صرف پندرہ صفحوں پر مشتمل یہ رسالہ ۴۱ر آیات قرآنی، چالیس احادیث نبوی اور دیگر نصوص و جزئیات سے معمور ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں :

"باب تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں کہ جنہیں کوئی حصر کر سکے۔ فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ دعویٰ کرتا ہے کہ ان شاء اللہ اگر محنت کی جائے تو، دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر جمع ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا حاجت کہ

ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دارومدار، اس میں زیادہ تطویل عبث و بے کار، انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض اور قرآن و حدیث سے صریح اعراض اور خدا و رسول پر کھلا اعتراض۔"[2]

☆ النهی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید، ۱۳۰۵ھ

۳۲ر صفحوں کے اس رسالہ میں دیگر جزئیات و دلائل کے علاوہ ۳۶ر آیتیں، ۸۱ حدیثیں اور قریب ۷۰ نصوص فقہ وغیرہ زینت تحریر ہیں، پھر وہ لکھتے ہیں :

"یہ موجز رسالہ اطلاع اہل حق کے لئے ایک مختصر فتویٰ ہے، جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بوجہ احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے، اس میں ان اقوال وافرہ و نصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں؟ مگر ان شاء اللہ العظیم توفیق ربانی مساعدت فرمائے، تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے، جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ایک نئے طرز پر جلوہ

---

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۹/۶۷۶
[2] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ۱۱/۱۸۵

دے گا۔"[1]

آپ نے کتنے وقتوں میں یہ لکھا تو جواب لکھتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ موجز تحریر سلخ (۳۰) ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیہ کو بدر سمائے اختتام ہوئی۔"[2]

☆ سبحان السبوح عن کذب مقبوح ۱۳۰۷ھ

میرٹھ سے آئے ہوئے ایک سوال کے جواب میں یہ کتاب ۱۳۹ صفحات پر مشتمل ہے اور مکررات کو چھوڑ کر قریب تین سو دلائل و شواہد اور دو سو افادات سے لبالب ہے، ۲۵ر صریح نصوص و دلائل خود مصنف علام نے القائے ربانی و فیض رحمانی سے پیش کی ہیں، ان ۲۵ ثبوت و شہادت کے تعلق سے لکھتے ہیں :

"ہادی اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القاء کی گئیں، و الحمد لله رب العالمین"[3]

حد درجہ مشغولیت و بے فرصتی کے باوصف صرف ۱۳ر دن کے اندر کتاب مذکور مصنف کے خانۂ خیال سے جامۂ وجود میں آگئی ہے، لکھتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ مبارک رسالہ موجزہ عجالہ کثرت اشغال تحریر مسائل و ترتیب رسائل تیرہ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ ہوا"[4]

☆ ایذان الاجر فی اذان القبر، ۱۳۰۷ھ

---

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۶/۷۰۷
[2] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۷/۴۱
[3] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۳۳۴
[4] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۳۳۹

قرآن وحدیث اور فقہ وتفسیر وغیرہ کی ۶۲ حجت وشہادت سے مملو و مشحون اور چالیس تنبیہات پر مشتمل ہے، چالیس تنبیہوں میں ۳۶ علماء وائمہ اسلام نے ارشاد فرمائیں اور ۱۳/ امام احمد رضا کا افادہ ہیں، [1]

☆ بذل الجوائز علی الدعا بعد صلوٰۃ الجنائز، ۱۳۱۱ھ

یہ رسالہ ایک دن سے کم وقت میں لکھا گیا۔ فرماتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ مبارک جواب موضح صواب چہارم رجب مرجب روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقت عشاء تمام اور بلحاظ تاریخ "بذل الجوائز علی الدعا بعد صلوٰۃ الجنائز" نام ہوا، [2] اور دلائل وتحقیقات کی طغیانی تو وہی ہے، جو ان کے ذہن جوال اور قلم سیال کا خاص وصف ہے۔

☆ اطائب التهانی فی النکاح الثانی، ۱۳۱۲ھ

۳۳/ صفحوں کے اس رسالہ میں مجملہ ۵۶ حوالوں کے ۳۴/ حدیثیں جلوہ گر ہیں اور ایک دن کی مختصر بیٹھکوں میں نوک قلم سے چھلک کر سینہ قرطاس پر پھیل گیا، لکھتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ شافی جواب چند خفیف جلسوں میں ۱۵/ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظ تاریخ "اطائب التهانی فی النکاح الثانی" نام ہوا، امید کرتا ہوں، کہ یہ مباحث رائقہ و دلائل فائقہ حصہ خاصہ خامہ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح، اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں، الحمد لله اولاً و آخراً باطناً ظاهراً و الصلوٰة والسلام علیٰ سید الانام محمد الحبیب واله الكرام ورداً و صدراً و سراً و جهراً والحمد لله رب العالمین" [3]

---

[1] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵/۶۷۵
[2] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵/۶۷۷
[3] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۵ء ۱۲/۳۱۹

☆ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین، ۱۳۱۳ھ

۱۰۰ صفحوں کی یہ عظیم جلیل کتاب مجملہ ۳۶۵ حوالوں کے ۱۹۰/ حدیثوں سے جگ مگ کر رہی ہے اور بعض حدیث تو ۲۰، ۲۰، ۲۵، ۲۵، راویوں اور کتابوں سے مروی و ماخوذ ہے۔ اور حدیث واصطلاح، حدیث واصول حدیث ورجال ورواۃ حدیث کے اعلیٰ مباحث ومعارف کا لہریں لیتا ہوا سمندر معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے صدہا علمی افادات وافاضات اور تنبیہات وایرادات نے گویا مخاطب ومخالف کے منہ پر قفل چڑھا دیا ہے۔

حد تو یہ ہے کہ جس سوال کے جواب میں خامۂ رضا مائل بہ تحقیق وقفل بندی ہوا ہے، وہ سوال یکم رجب کا لکھا ہوا ہے۔ سوال لکھنے کے بعد بھیجنے اور موصول ہونے میں کتنے دن لگے، معلوم نہیں۔ مگر کتاب مذکور ہزار جلوہ سامانیوں کے ساتھ بصد انداز زیبائی ۱۵/ رجب کو رونما ہوگئی ہے۔ [1] یہ جلوہ سامانیاں اور عشوہ طرازیاں دیکھ کر حق ہے کہ حق پسندوں کی زبانیں پکار اٹھیں۔

ع آفریں آفریں اے خامۂ حق نما احمد رضا

☆ النهی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز، ۱۳۱۵ھ

پیش نظر رسالہ ایک دن سے کم وقت میں تحریر کر دیا۔ انہوں نے لکھا کہ:

"الحمد للہ! یہ مجمل ومختصر عجالہ سلخ (۳۰) رجب کو غرہ سماء تمام ہوا"۔ [2]

اور چالیس کتب فقہ کے اکیاون حوالجات اور ستاون احادیث کریمہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵/۳۱۳
[2] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۶ء ۹/۳۱۳

"یہ چالیس کتابوں کی اکیاون عبارتیں ہیں اور خود کثرت نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح وظاہر اور کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں دائر وسائر"۔ ١

یہ دس نظریں بس ہیں کہ در خانہ کس است یک حرف بس است، جو ان کی تصانیف کے تناسب سے محض ایک فی صد ہیں۔ حق وہی ہے کہ ان کی تصنیف وتحقیق اسی تب وتاب کی نظر آتی ہے اور اگر ذرا سی محنت کی جائے اور احصاء کیا جائے، تو ١٠ اپر اور دو نقطے لگ سکتے ہیں۔ خود مقالہ نگار جسے کچھ علم ہے، نہ جانے ۹٠ کتابوں کی فہرست بنائی تھی، مگر اس اندیشہ سے کہ ضخامت کے زخم سے مقالہ زخمی نہ ہو، صرف اتنے پر اکتفا کرتا ہے، تاہم سرسری طور پر چند مثالیں اور پیش ہیں۔

١ النیرة الوضیه فی شرح الجوهرة المضیه، ١٢۹۵ھ
دو دن میں تحریر ہوئی،

٢ فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین، ١٣١٦ھ
صرف بیس گھنٹے میں لکھی گئی، ٢

٣ قوارع القهار علی المجسمة الفجار، ١٣١٨ھ
محض ایک دن وہ بھی قلیل نشست میں پوری ہوئی، ٣

۴ الفقه التسجیلی فی عجین النار جیلی، ١٣١٨ھ
٤٧ حدیث اور ٥٠ نصوص فقہ سے مزین ومشحون ہے، ۴

١ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ١۹۹۶ء ۹/۴٧٦
٢ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ بریلی ١۹۹۵ء ٢٠٨
٣ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ١۹۹٣ء ١١/٢۹٣
۴ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ جلد ١٠ ص ٥٠ تا ٨٣ طبع بمبئی

٥ رد الرفضه، ١٣١۹ھ
ایک سو دس حوالے عجلت میں پیش کئے گئے، ١

٦ كفل الفقيه الفاهم فی احکام القرطاس والدراهم، ١٣٢٣ھ
حالت سفر ومرض کے باوجود دو دن سے کم میں تحریر کی اور ١۴٠ حوالے قلم برداشتہ سپرد قلم کئے، ٢

٧ الدولة المکیه بالمادة الغیبیه، ١٣٢٣ھ
مسافر ومریض ہو کر بھی آٹھ گھنٹے میں لکھ کر تمام کر دی، اور صدہا حوالے جلوہ پائے۔ ٣

٨ الهادی الحاجب عن جنازة الغائب، ١٣٢٦ھ
٨٦ کتب فقہ کی ٢٣٠ عبارتیں پیش کرنے کے بعد مزید حوالے قلمبند کئے، ۴

۹ الزبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه، ١٣٣٧ھ
تقریباً پونے تین سو حوالجاتی عبارات وتشریحات سے روشن ومستنیر ہے،

١٠ الاستمداد علی اجیال الارتداد، ١٣٣٧ھ
سفر جبل پور کے دوران ہجوم احباب واستقبال کے باوصف تین سو ساٹھ اشعار سطح خیال سے صفحات قرطاس پر نکل آئے، ٥

ان کے لکھاڑ قلم کا ایک طوفانی تیور یہ بھی دکھائی پڑتا ہے، کہ وہ لکھنے بیٹھتے چند سطر بتو لکھ ڈالتے سو سو صفحے، اور تحریر کرنے لگتے ایک کتاب، تو لکھ لی جاتی کئی کئی

١ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ جلد ١٠ ص ٥١٦ تا ٥٢٧ طبع بمبئی
٢، ٣ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (الف) الملفوظ حصہ دوم (ب) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں (ج) الدولة المکیه طبع جدید لاہور ٢٠٠١ء
۴ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ جلد ۹ ص ٣٤٧ تا ص ٣١۹ طبع لاہور
٥ تفصیل کے لئے دیکھئے: الاستمداد طبع اول جدید ١۹۹٣ء المرکزی دارالاشاعت بریلی کل صفحات ص ١٥٢

کتاب، اور تحقیقات و حوالجات کا وہی حال، جو ان کی ہر تحریر، ہر تصنیف، ہر کاوش، ہر نگارش کا طغرائے امتیاز ہے۔ "جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة" ۱۳۱۷ھ، جو ایک سو گیارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، کی تقریب نوشت دیکھئے، وہ معدود سطر لکھنا چاہتے تھے، مگر ادھر تنہائی اور کاموں کی کثرت اور ادھر ان کے وفور علم اور رفتار قلم نے ایک من چاہی چند سطری تحریر کو ایک ہی دن میں بڑھا کر پوری کتاب بنا دیا۔ مکررات کو چھوڑ کر جس میں ۲۳۳ حوالے رکھے گئے ہیں۔ ۱۲۱ احادیث کریمہ میں نوے حدیث مرفوع رونق کتاب ہے۔ جو ۷۱ رواۃ و اصحاب سے روایت کی گئی ہیں، لکھتے ہیں:

"بحمد اللہ! بیں احادیث علویہ کے علاوہ خاص مقصود محمود ختم نبوت پر یہ ایک سو اکیس حدیثیں ہیں اور مع تذییلات ایک سو اٹھارہ، جن میں نوے مرفوع ہیں اور ان کے رواۃ و اصحاب ۷۱" [۱]

بالیقین یہ عطائے خداوندی اور القائے ربانی ہی کی برکت ہو سکتی ہے۔ جس کی طرف انہوں نے جگہ جگہ اشارے کئے ہیں، ورنہ بے ارادہ اور بغیر تیاری کے ایسی تحقیقات و شہادات کا آمد و ورود ہونا عام حالات میں زنہار ممکن نہیں۔ سبحان اللہ! واہ رے خدائی قدرتوں سے مملو و معمور قلم، تو لاجواب ہے، تیری کوئی مثال نہیں۔

احمد آباد کے مایہ ناز حکیم حضرت مفتی عبد الرحیم کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حسب گذارش ایک چند سطری تحریر لکھنی چاہی، مگر ایک ہی روز میں کچھ ایسی احادیث و نصوص کا بے قصد احاطہ و استیعاب ہو گیا، کہ رسالہ ہی کرنا پڑا۔ فقیر نے اس کا تاریخی نام بھی " جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة" رکھ دیا، مگر مولنا! آج کل میں تنہا ہوں اور مجھے کثرت کار سے دم لینے کی فرصت نہیں" [۲]

[۱] احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۰/۱۵

[۲] مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مفتی عبد الرحیم احمد آباد، قلمی مملوکہ راقم السطور

☆ منير العين في حكم تقبيل الابهامين، ۱۳۱۳ھ

حدیث و اصول حدیث و فقہ کی قریب ۱۵۰ کتابوں کے ۳۰۵ حوالے اور نظائر سے پوری کتاب اٹی پڑی ہے۔ "منیر العین" جب انہوں نے لکھنا شروع کی، تو مبداء فیاض اور اس کے رسول جواد کے بے پناہ فیض نے ان کے قلم سے دو رسائل اور لکھوا دیئے۔ "الهادی الكاف في حكم الضعاف" اور "مدراج طبقات الحديث" وہ بھی اس حال میں کہ بمبئی میں کتاب چھپ رہی تھی اور وہ وہاں بریلی میں لکھ رہے تھے، اس سرعت و عجلت میں ایسی منصوص و مدلل کتاب کہ قدر دان علم اور اہل عدل و انصاف کی عقلیں حیرت میں پڑی ہوئی ہیں، مگر روشن خیال مفکر مولنا ابو الحسن ندوی نے [۲] نہ جانے کیسے کہہ دیا "هو قليل البضاعة في الحديث" یہ ہرگز انصاف، زنہار دیانت اور قطعاً قرین عقل و فہم نہیں ہے۔

بہر کیف مصنف ذی العلم والجاہ لکھتے ہیں:

[۲] نوٹ: پیام انسانیت کے داعی کا یہ کہنا نہایت ظلم، جتھری اور سراسر ناانصافی ہے، مذکورہ جملہ مشہور سوانح نگار خیر الدین زرکلی (۱۸۹۳ء، ۱۹۷۶ء) کی "الاعلام" سے مسروق و مستعار معلوم ہوتا ہے، زرکلی نے یہ جملہ "الاعلام" جلد ۶ ص ۱۸۶ مطبوعہ بیروت طبع عاشر ۱۹۹۲ء میں شیخ الدلائل حضرت مولنا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی کے لئے کہا لکھا تھا جو زرکلی کے عقیدہ و عمل کا بیا اچھا نمونہ ہے۔

حضرت شیخ الدلائل مہاجر مکی کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کی گواہی سارا ہندوستان دے رہا ہے، اور ان کے تلامذہ، خلفاء اور فیض صحبت اٹھانے والے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۹ رشوال ۱۳۳۳ھ کو ہوا، جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں آسودہ خاک ہیں، آپ کی تصانیف میں "الاکلیل" ۷ رجلدیں اور تعلیقات علی در المختار" زیادہ مشہور ہوئیں، خدا ان کے مرقد کو اپنی رحمتوں سے بھر دے، آمین۔ بقول ایک فاضل ندوی "معلم الانشاء" مصنف کی تصنیف ہے، یہاں صرف اس کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے، یہ ہے کارنامہ پیام انسانیت کے داعی و مفکر کا۔

(حسن مصباحی)

''قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداء مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر ہیں۔ تین صفحہ کے مقدار تھا، اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا۔ اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم ﷺ سے بحمدہ تعالیٰ نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا۔ افادہ شانزدہم سے یہاں تک افادات نافعہ اس مسئلہ کی تحقیق میں القاء ہوئے۔ قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تکمیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دئے جائیں۔ اور بلحاظ تاریخ'' الهادی الکاف فی حکم الضعاف ''لقب پائیں''۔ [1]

آگے یوں لکھتے ہیں:

''بالجملہ حق یہ ہے کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے۔ نہ فلاں کتاب میں ہونے، فلاں کتاب میں نہ ہونے پر، قلم ضراعت جب اس محل پر آیا، تو فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا۔ اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولیٰ الجلیل پر فائض ہوئے۔ کہ اگر یہاں ایراد کرتے، اطناب کلام وابعاد مرام سامنے تھا۔ لہٰذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ'' مدارج طبقات الحدیث ''لقب دیا''۔ [2]

اور پھر آگے یوں لکھتے ہیں:

''ایہا المسلمون! اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک ودور سے بار بار آیا۔ ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر، کبھی مطول، کبھی دو ایک صفحے، کبھی دو چار ہی سطر

---

۱ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵/۵۳۷

۲ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵/۵۴۷۔۴۸

جواب لکھتا رہا۔ بارے آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی۔ اصل رسالہ '' منیر العین '' اس قدر تھا..... اب بفرمائش.. ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا۔ سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القاء واضافہ دلنواز ہوا اور ادھر کاپی کی تیاری، ادھر تصنیف جاری، جو جز لکھا، روانہ کیا۔ یہاں تک ایک جز کا رسالہ دس جزء تک پہونچا۔ ادھر یہ تعجیل، ادھر ورود وقائع سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی۔ بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی۔ [1]

☆ حسن التعمم فی بیان حکم التیمم ۱۳۳۵ھ،

۵۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ قرآن وحدیث، کتب متون وشروح وحواشی اور ثقات شخصیات وائمہ کے ۱۱۵۰ سے زائد دلائل و براہین سے پوری کتاب کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ مسائل ومباحث کی تشریح وتنقیح اور تحقیقات بدیعہ وافادات رفیعہ کا ایک بحر مواج موجیں لے رہا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو لکھنا شروع ہوئی، تو کتاب در کتاب تصنیف ہوتی چلی گئی ہے اور وہ حسن التعمم کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں۔ جبکہ مرض وضعف مرض نے مصنف کو طول ونڈھال کر رکھا ہے۔ اسی دورانیہ میں صرف دو مہینے سترہ دن کی توجہ کے یہ سب حیرت انگیز نتائج ہیں۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱ حسن التعمم لبیان حکم التیمم ص ۳۱۱ تا ص ۴۱۰
تعداد صفحات ۱۳۱ تعداد حوالہ ۱۵۷ (جلد ۳ طبع لاہور)

۲ سمح الندراء فیما یورث العجز عن الماء ص ۳۱۱ تا ۳۳۰
تعداد صفحات ۲۹ تعداد حوالہ ۶۵ (جلد ۳ طبع لاہور)

۳ الظفر لقول زفر ص ۳۳۱ تا ص ۵۷۷

---

۱ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۵۷۹، ۵۸۰

تعدادِ صفحات ۱۳۶ تعدادِ حوالے ۲۳۰ (جلد ۳ طبع لاہور)

۴ المطر السعید علی نبت جنس الصعید ص ۵۷۹ تا ص ۷۰۷

تعدادِ صفحات ۱۲۸ تعدادِ حوالے ۲۵۱ (جلد ۳ طبع لاہور)

۵ الجد السدید فی نفی الاستعمال من الصعید ص ۷۱۷ تا ص ۷۳۸،

تعدادِ صفحات ۲۱ تعدادِ حوالے ۹۲ (جلد ۳ طبع لاہور)

۶ باب العقائد و الکلام، [1] ص ۵۲۹ تا ص ۵۵۳،

تعدادِ صفحات ۲۳ تعدادِ حوالے ۱۲۵ (جلد ۵ طبع لاہور)

۷ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء، ص ۳۱ تا ص ۱۸۷،

تعدادِ صفحات ۱۵۶، تعدادِ حوالے ۴۴ (جلد ۴ طبع لاہور)

۸ الطلبۃ البدیعہ فی قول صدر الشریعہ ص ۱۸۹ تا ص ۲۸۲

تعدادِ صفحات ۹۳ تعدادِ حوالے ۹۱ (جلد ۴ طبع لاہور)

۹ مجلی الشمعۃ لجامع حدث و لمعہ، ص ۲۸۳ تا ص ۳۲۰

تعدادِ صفحات ۳۷ تعدادِ حوالے ۴۳ (جلد ۴ طبع لاہور)

مجموعی صفحات : ۷۵۴ ، مجموعی حوالہ جات : ۱۱۶۶

اس تفصیل کے بعد اب اس کی سرگذشت خود مصنف علام کی زبانی سنئے، لکھتے ہیں:

''الحمد للہ! کتاب مستطاب ''حسن التعمم لبیان حکم التیمم'' مسودۂ فقیر سے اٹھارہ جزء سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی۔ جس میں صدہا وہ ابحاث جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراء ہیں۔ مگر فیضِ قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لیتا ہے، جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں، بے ساختہ کہہ اٹھیں: کم

[1] نوٹ: رسالہ ''باب العقائد والکلام'' مضمون کی مناسبت سے یہاں سے خارج کر کے جلد ۱۵ کے مذکورہ صفحات میں شامل کیا گیا ہے، یہ ساری تفصیلات'' فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے درج کی گئی ہیں۔ (شمس مصباحی)

ترک الاول للآخر، کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہ تعالیٰ کیسی خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہوئے، والحمد للہ! کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں:

۱ سمح الندراء فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ

۲ الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ

۳ المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ

۴ الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ

یہ چار ضمیمہ ہیں۔

۵ باب العقائد و الکلام ۱۳۳۵ھ

۶ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ

۷ الطلبۃ البدیعہ فی قول صدر الشریعہ ۱۳۳۵ھ

۸ مجلی الشمعۃ لجامع حدث و لمعہ ۱۳۳۶ھ

یہ چار ملحقہ ہیں۔

سوال و جواب شروع ۱۳۳۵ھ میں ہے، لہٰذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں، پھر بحمدہ تعالیٰ اس مقام کے طبع کے وقت کہ اوائل ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ سے ہے، یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالیٰ ساڑھے پانچ مہینے میں ہے، جن میں دو دن کم تین مہینے علالت شدیدہ و نقاہت عدیدہ کے ہیں، جس کا بقیہ اب تک ہے، لہٰذا رسالہ اخیرہ شوال ۱۳۳۶ھ میں آیا۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، بہر حال جو کچھ ہے، میری قدرت سے وراء اور محض فضل میرے رب کریم اور پھر میرے نبی رؤف و رحیم کا ہے'' [1]

یہ امر یہیں تک بس نہیں، سیکڑوں مقالات و کتب اور دراسات و رسائل اسی طرح بے ساختہ، قلم برداشتہ بے تہیہ و تیاری کے لکھے گئے ہیں، قلم سے قلم نکلتی، شاخ سے

[1] احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء، ۳/۲۱۸،۱۹

شاخ پھوٹتی، چراغ سے چراغ جل اٹھتا اور تصانیف و تحقیقات کا انبار لگ جاتا۔ کیا کیا گنایا جائے، کیا کیا بتایا جائے، کس کس پہلو کو لیا جائے، کس کس جلوہ کو دیکھا جائے، سبحان اللہ! ان کی ذات بلوریں آئینہ خانہ کی سی ہے۔ جہاں کہ روشنیوں کی برسات ہے، تجلیات کا سیلاب ہے۔ وہ شخص جو حق پسند پاؤں سے چل کر آتا ہے، حق پسند آنکھوں سے دیکھتا ہے، حق پسند کانوں سے سنتا ہے اور حق پسند دل و دماغ سے سمجھتا ہے، نہال ہو جاتا ہے اور عناد و عصبیت، نفرت و بغاوت سے آنے، دیکھنے، سننے اور سمجھنے والا ڈوب کر رہ جاتا ہے۔

ماہر ادبیات و لسانیات سید عبد اللہ طارق لکھتے ہیں:

''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی عظمتوں کے کس پہلو کا بیان کروں، وہ علم کے سمندر تھے، ایک موج تک پہونچنے کی کوشش ہی کرتا ہوں کہ اگلی سر سراتی ہوئی ہوا سر کے اوپر سے گذر جاتی ہے، اور حد نگاہ تک ایسی موجیں ہی موجیں نظر آتی ہیں۔ کیا سمندر کو بھی کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے''۔[1]

مکاتیب جو مکتوب نگار کے راز کشا ہوتے ہیں۔ ان کے مکاتیب سے بھی ان کی تصنیفی سرگرمیوں اور قلمی مصروفیتوں کا کچھ حال و احوال کھلتے ہیں۔ کانپور کے مشہور عالم دین حضرت مولانا سید آصف کے نام مکتوب میں یہ جملے ملتے ہیں:

''میں آج کل متعدد رسائل رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ میں مشغول تھا''۔[2]

ایک دوسرے مکتوب میں یہ الفاظ مسطور ہیں:

''فقیر دعاء گو کو ان ایام میں رد وہابیہ میں پانچ رسائل لکھنے کی ضرورت ہوئی، چار بفضلہ عزوجل پورے ہو گئے، پانچواں لکھ رہا ہوں، ان کی شدت ضرورت کے

---

[1] مجلہ 'پیام رضا کا امام احمد رضا نمبر، سیتا مڑھی بہار، جولائی ۱۹۹۶ء، مضمون ڈاکٹر سید عبد اللہ طارق، ص ۲۳۴
[2] مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا سید آصف، کانپور، محررہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

باعث کثیر استفتاء تعویق میں ہیں۔ فضل سے امید ہے کہ اسی ہفتے میں اس کی تکمیل ہو جائے''۔[1]

اپنے تلمیذ رشید و خلیفہ خاص مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی کو لکھتے ہیں:

''طبیعت علیل بار بار بخار کے دورے اور اعداء دین کا ہر طرف سے ہجوم، ان کے دفع میں فرصت معدوم، علاوہ اس کے سو سے زائد جواب فتاویٰ کے، اس مہینے کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجے ہوئے، اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت، و حسبنا ربی و نعم الوکیل''۔[2]

اس کی تائید ایک دوسرے مکتوب سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''فقیر بارہ ربیع الاول شریف کی مجلس مبارک پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا۔ کہ ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ لکھوا دیا، یہ کمزوری، یہ قوت ضعف، یہ علالتیں، پھر میری تنہائی اس پر اعداء دین کا چاروں طرف سے نرغہ، اس کی پھر اس کے حبیب ﷺ کی مدد ہے کہ برابر دفع اعداء دین و دشمنان اسلام میں وقت صرف ہوتا ہے۔ تقبل المولیٰ بکرمہ ولہ الحمد علی نعمہ، یہاں آکر بھی پانچ رسالے رد وہابیہ میں تصنیف ہو چکے ہیں۔ اور چھٹا زیر تصنیف ہے''۔[3]

یہ تو رہی بات نقلی و شرقی علوم کے تصنیف و تالیف کی، اب ذرا عقلی و غربی علوم میں بھی ان کے سمند قلم کی سرپٹ دوڑ بھی دیکھ لیں:

☆ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا، ۱۳۲۸ھ

---

[1] مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت مفتی احمد بخش صادق، ڈیرہ غازی خان، محررہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ، قلمی مملوکہ راقم
[2] مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی محررہ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ، بحوالہ مکتوب امام احمد رضا، ص ۷۶
[3] مکتوب امام احمد رضا بنام حضرت احمد بخش صادق، ڈیرہ غازی خان، محررہ ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ (قلمی) مملوکہ راقم السطور

بظاہر اس کا موضوع فقہی معلوم ہوگا، مگر فی الواقع اس کا تعلق عقلی علم سے ہے، یا کم از کم دونوں سے ضرور ہے، اس کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ شاہ سلامت اللہ رامپوری نے "اللولو المکنون فی احکام فونوگراف وگرافون" لکھی۔ تو امام احمد رضا سے تقریظ لکھائی گئی، جو ایک رسالہ کے روپ میں سامنے آئی، اور اصل کتاب پر لفظ و معنی کے اعتبار سے حاوی و مساوی ہوگئی، جو ان کی حذاقت علم اور براقت قلم کی روشن دلیل ہے۔

اصل کتاب ۴۲ صفحے کی ہے، اس کے بعد ۲۵ صفحوں پر جماعت اہل سنت کے علماء کی منثور و منظوم تقریظات ہیں، پھر امام احمد رضا کی تقریظ ص: ۶۸ پر درج ذیل القاب و پرشکوہ الفاظ کے ساتھ زینت کتاب ہے۔

"تقریظ، عالم یکتائے اہل سنت و جماعت فاضل بے ہمتا عظیم الجلالہ والطاعہ امام المحققین سلطان المدققین جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ادام اللہ ظلھم العالی"[1] مطبع سعیدی رامپور ۱۳۳۸ھ کا ایڈیشن بندۂ بے مایہ کے سامنے ہے۔

اب تھوڑی دیر رک کر ذرا یہ دیکھئے کہ "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" اور "فوز مبین در رد حرکت زمین" اور "الکلمۃ الملھمہ فی رد فلسفۃ القدیمہ" کا تصنیفی پس منظر کیا ہے۔ پھر یہ چیپٹر کلوز کرتے ہیں۔

امریکی سائنسداں پروفیسر البرٹ نے پیشن گوئی کی، جو انگریزی اخبار "ایکسپریس" عظیم آباد مجریہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۸ھ میں چھپی کہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سورج میں ایک بڑا شگاف پیدا ہوگا، جس کے نتیجے میں زمین سے طوفان اٹھیں گے، زلزلے اور آندھیاں آئیں گی، کہ بعض زمین کے نقشے سے مٹ جائیں گے۔ اس پیشن گوئی سے پورے برصغیر میں ایک ہیجان اور سراسیمگی پھیل گئی۔ ملک العلماء مولانا

[1] سلامت اللہ نقشبندی مولانا: اللولو المکنون فی احکام فونوگراف وگرافون مطبع سعیدی رامپور ۱۹۱۰ء ص ۶۸

سید محمد ظفر الدین رضوی نے اخبار مذکور کا تراشہ بریلی بھیجا، تو امام احمد رضا نے علم ہیئت و نجوم کی روشنی میں مدلل بحث کرتے ہوئے امریکی پروفیسر موصوف کی پیشن گوئی کو سراسر لغو و لاف و گزاف قرار دیا اور پھر ۱۷/ دسمبر کے دن نے امام احمد رضا کے موقف کی بھرپور تصدیق ثبت کردی۔

یکم ربیع الاول ۱۳۳۸ھ میں امام احمد رضا نے ملک العلماء کو جو جواب لکھا، وہ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۸ پر موجود ہے۔ یہی مکتوبی جواب در اصل "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" ہے اور یہی وہ رسالہ ہے، جس کی تالیف "فوز مبین" اور "الکلمۃ الملھمۃ" کے وجود میں آنے کی تمہید ثابت ہوئی۔ دونوں کی وجہ تصنیف بتاتے ہوئے مصنف نے لکھا کہ:

"اس کی تقریب یوں ہوئی، ۱۸/ صفر ۱۳۳۸ھ کو ولد اعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین بہاری اعلیٰ مدرس مدرسہ عالیہ سہسرام حفظہ اللہ کا سمہ ظفر الدین نے ایک سوال بھیجا کہ امریکہ کے کسی مھندس نے دعویٰ کیا کہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اجتماع سیارات کے سبب آفتاب میں اتنا بڑا داغ پڑے گا کہ اس کے باعث زلزلے آئیں گے، طوفان شدید آئے گا، ممالک برباد کر دیے جائیں گے، یہ ہوگا، وہ ہوگا، غرض قیامت کا نمونہ بتایا تھا۔

یہ صحیح ہے یا غلط، اس کا جواب چند ورق پر دیا گیا، کہ یہ محض اباطیل بے اصل ہیں، نہ وہ اجتماع سیارات اس تاریخ کو ہوگا، جس کا وہ مدعی ہے، نہ جاذبیت کوئی حقیقت رکھتی ہے، اس کے ضمن میں بعض دلائل رد حرکت زمین لکھے، جب انہیں طویل ہوتے دیکھا، جدا کر لئے، اور رد فلسفہ جدیدہ میں بعونہ تعالیٰ کتاب "فوز مبین" لکھی۔ اس کی تذئیل نے رد فلسفہ قدیمہ کو تقریب کی، جسے اس سے جدا کر کے بحمدہ تعالیٰ یہ کتاب

''الکلمة الملھمة'' تیار ہوئی۔''[1]

پھر فوز مبین کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''بعونہ تعالیٰ فقیر نے رد فلسفہ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب مسمّٰی بنام تاریخی ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' لکھی، جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زمین باطل کی، اور جاذبیت و نافریت وغیرہما عوامات فلسفہ جدیدہ پر روشن رد کئے۔''[2]

یہ تمام فتوحات انہیں اس وقت حاصل ہوتی ہیں، جبکہ وہ ۴۵ برس پہلے ہی ان علوم و ابحاث سے دست کش ہو گئے تھے۔ جن دنوں وہ یہ معرکے سر کر رہے تھے۔ ان دنوں ان پر امراض شدیدہ اور اشغال علمیہ کثیرہ کا پنجہ سخت کسا ہوا تھا۔ پھر بھی استحضار علم، حضوری طبع، ذہن ثاقب اور رفتار قلم کا یہ عالم ہے، لکھتے ہیں:

''آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے، کہ بحمدہٖ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رخ نہ کیا، نہ اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا، اب اخیر عمر میں سرکار نے اپنے کرم بے پایاں کا صدقہ بندۂ عاجز سے یہ خدمت لی، کہ دونوں فلسفوں کا رد کرے''[3]

یہ جائزے، جو ابتک لئے گئے، یہ بحثیں، جو ابتک کی گئیں، یہ تحقیقیں جو ابتک پیش ہوئیں، یہ ثابت کرتی ہیں کہ نہ صرف تیرھویں و چودھویں صدی ہجری بلکہ تین چار صدیاں آگے تک کی شاہراہ پر کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں، جو ان کے مقابل لائی یا کھڑی کی جاسکے نہ مشرق میں اور نہ مغرب میں ہاں! مشارق و مغارب میں ایسا کوئی دوسرا نہیں، جو ان کی مثال بن سکے کہ وہ بے مثال تھے، ان کا کوئی جواب نہیں، کہ وہ لا

---

[1] احمد رضا خان امام الکلمة الملھمة فی رد فلسفة القدیمة مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء ص ۷

[2] احمد رضا خان امام الکلمة الملھمة فی رد فلسفة القدیمة مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء ص ۵

[3] احمد رضا خان امام الکلمة الملھمة فی رد فلسفة القدیمة مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء ص ۶، ۷

جواب تھے، ان کا کوئی مزاحم و مساہم نہیں، کہ وہ لا مزاحم و بے مساہم تھے، بے شک ان کا جوڑ کہاں؟ کہ وہ بے جوڑ تھے، این لہ ند این لہ ضد؟

کیونکہ خدا نے ان کے وجود کو حصار دین بنایا تھا، ان کی ذات کو حجت دین قرار دیا تھا، اسلام کی شناخت ان سے منسوب کر دی گئی تھی، انہوں نے دین حنیف کو اپنے نواجذ سے پکڑا تھا، خدا نے انہیں دین کا علم بنا دیا۔ ان کی انگلیوں کے پور پور کو خدا نے اپنی قدرتوں سے بھر دیا تھا، ان کے دل و دماغ کی نس نس کو خدا نے اپنے انوار سے اجال دیا تھا۔ بالیقین وہ آیت الٰہی تھے، یقیناً وہ عطیہ ربانی تھے، بے شک وہ حجت خداوندی تھے، الحق بالحق وہ برہان سبحان تھے۔ روح اقبال پکار رہی ہے۔

ع اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی۔

مؤتمر عالم اسلامی کے رکن ڈاکٹر سید عبد اللہ طارق علیگ امام احمد رضا کے معاشیات، سائنس، ریاضی، تقابل ادیان میں تبحر کے طویل مکالمہ اور جائزے کے بعد لکھتے ہیں:

''عالم اسلام علوم و فنون کی ترقی کے دور میں حیرت انگیز استعداد رکھنے والے اسلام میں کتنے ہی ایسے روشن ستارے ہیں، جو بیک وقت اتنے علوم کے ماہر تھے، کہ ان کی نظیر مذاہب غیر میں ممکن نہیں۔ لیکن دور زوال میں اگر نظر دوڑائیں اور اس سے ہرگز یا عظمت بزرگان دین کی تنقیص مقصود نہیں، تو امام احمد رضا پچھلی کئی صدیوں کی تاریخ میں وہ واحد نام ہے، جو بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، ادب، نعتیہ شاعری، علم کلام، منطق، فلسفہ، ہیئت، نجوم، توقیت، جفر، تکسیر، تقابل ادیان، جغرافیہ، سائنس، ریاضی، معاشیات، عمرانیات، لسانیات، الغرض الٰہیات، ارضیات، فلکیات اور

بحریات کے (ماہرین کے اندازے کے مطابق) کم و بیش پچاس علوم کا نہ صرف ماہر تھا بلکہ استحضار کی یہ کیفیت تھی کہ فی البدیہ حوالے بھی اس کی نوک زبان پر رہا کرتے تھے۔ ۱؎

تعلیم و تدریس اور قیام مدارس

دینی و سیاسی اور تعلیم و ثقافت کے لحاظ سے شہر بریلی کو مرکزی اہمیت حاصل رہا ہے، علمی ماحول بھی تھا، سیاسی گرم بازاری بھی رہا کرتی تھی، صنعت و حرفت کے ڈیرے بھی تھے، صحافت و طباعت کے اڈے بھی، تعلیم گاہیں بھی تھیں اور عبادت گاہیں بھی تھیں، تعلیم گاہوں میں عوامی مدرسے بھی تھے اور انفرادی درسگاہیں بھی، جہاں علم و ہدایت کے حاملین یکسو ہو کر اسلامیات کی تعلیم و تدریس اور ترویج و ارتقاء میں مصروف و سرگرم عمل ہوا کرتے تھے، تاریخ روہیلکھنڈ کے مصنف نے لکھا ہے کہ :

''بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد سے شروع ہوتا ہے، جبکہ روہیلکھنڈ میں پانچ ہزار علماء مساجد و مدارس میں درس دیتے تھے۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں، اگرچہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنؤ، آگرہ قصبہ ہے۔ مگر یہ قصبہ بھی عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا''۔ ۲؎

یہی مصنف ایک جگہ اس طرح لکھتا ہے :

''اس مدرسہ (غالباً مدرسہ ''مصباح التہذیب'' قائم کردہ مولانا نقی علی خان) کو ایک مشہور سلسلہ خاندان سے نسبت ہے، جس کے مورث اعلیٰ محمد سعد اللہ خان، ان کے لڑکے محمد سعادت علی خان، ان کے لڑکے محمد اعظم خان، ان کے لڑکے محمد کاظم علی خان، ان کے لڑکے محمد رضا علی خان اور ان کے لڑکے نقی علی خان اور ان کے لڑکے احمد

۱؎ مجلہ پیغام رضا، امام احمد رضا نمبر، سیتامڑھی، بہار، ۱۹۹۶ء مضمون ڈاکٹر سید عبداللہ طارق، علیگ،

۲؎ عبدالعزیز خان مولانا تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی عمران اکیڈمی کراچی ص ۳۵۵

رضا خان، حسن رضا خان، محمد رضا خان، احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خان اور مصطفیٰ رضا خان بہت مشہور ہوئے''۔ ۱؎

۱۲۸۹ھ کو بریلی میں ایک عربی مدرسہ بنام ''مصباح التہذیب'' قائم ہوا۔ جس کے مؤسس امام احمد رضا کے والد مولانا نقی علی خان تھے، جو خاتم المحققین کے لقب سے بھی معروف ہیں، شہر کہنہ بریلی کے اہل اسلام خاتم المحققین کے ہمنوا اور مدرسہ کے معین و مددگار تھے، اس مدرسہ کا بدلا ہوا نام ''مصباح العلوم'' بھی ہے۔ ۲؎

۱۳۱۲ھ میں اور ایک دینی مدرسہ ''اشاعت العلوم'' کے نام سے قائم ہوا، پھر ۱۳۲۲ھ میں ایک اور دینی درسگاہ بنام ''منظر اسلام'' وجود میں آئی، جو بعد میں دار العلوم بریلی مرکز اہل سنت ''منظر اسلام'' سے شہرۂ آفاق ہوئی، یہی وہ درسگاہ تھی، جس کی تاسیس بنفس نفیس امام احمد رضا نے فرمائی، ۳؎

اسی منظر اسلام کے متعلق ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر اعلیٰ رقمطراز ہیں:

''منظر اسلام محض کسی عمارت کا نام نہیں، بلکہ یہ اس فکر اور نظریہ کا نام ہے، جس نے مسلمانوں کے دور ابتلاء و غلامی میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی جد و جہد کو قوت و تقویت بخشی، سچ تو یہ ہے کہ دار العلوم بریلی، جن نظریات و عقائد کا امین ہے، وہ ''قرآنی فکر'' اور ''محمدی نظریات و عقائد'' ہیں وہ دانش نورانی کا مبلغ اور تاریخ کے تواتر میں سیدنا ابوبکر صدیق خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ و فقہاء امت اور اولیاء ملت کے فکر و

۱؎ عبدالعزیز خان مولانا تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی عمران اکیڈمی کراچی ص ۴۵۶

۲؎ عبدالمجید بیگ ایل ایل بی حیات مفتی اعظم ادارۂ تحقیقات مفتی اعظم، بریلی ۱۹۹۰ء ص ۳۳

۳؎ DESAI, ZAINUDDIN AHMAD, CENTERS OF ISLAMIC LEARNING DELH-1979- PAGE No 40,41 (بحوالہ محدث بریلوی ص ۳۰)

نظریات کا امین ہے، دیکھا جائے، تو دار العلوم بریلی کا قیام "احیاء سنت کی تحریک" کا نکتۂ آغاز تھا، تاریخ گواہ ہے کہ مسند رشد و ہدایت ہو یا چمن زار علم و حکمت، رزم و بزم سیاست و معیشت ہو یا میدان نگارشات و صحافت، سرپرستان و وابستگان اور ابنائے دار العلوم بریلی نے ہر محاذ پر عظیم کارنامے انجام دیے ہیں"۔[1]

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ناظم اعلیٰ مفتی عبد القیوم ہزاروی اپنے قلم کو یوں متحرک کرتے ہیں:

"منظر اسلام بریلی کے پاس اگرچہ وسائل کی فراوانی اور بلڈنگ کی خاطر خواہ وسعت کبھی نہیں رہی، لیکن یہ مرکز کبھی باطل کے آگے سپر انداز نہیں ہوا، لادینیت کے ساتھ کبھی صلح نہیں کی، پرچم اسلام کو کبھی سرنگوں ہونے نہیں دیا۔ یہ ایک لاہوتی نغمے، جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے کانوں میں نہیں، دلوں میں جاں نواز آواز بن کر اتر گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے بانی اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے، اسلام کے سچے شیدائی اور سرکار دو عالم کے جاں نثار غلام تھے، انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم کے عشق و محبت کا پیغام عام کرنے کے لئے نچھاور کر دیا تھا اور ان کے بعد آنے والے منتظمین اسی شاہراہ عشق ایمان پر چلتے رہے"۔[2]

اور سچ تو یہ ہے کہ بعد میں یہی منظر اسلام "بغداد العلم" کہلایا، رشک یونان و اصفہان بنا، غرناطہ سبکسار اور دہلی و لکھنؤ شرمسار ہوا، بڑے بڑے علمی مراکز سرنگوں ہوئے، اونچی درسگاہیں اور نامور تعلیم گاہیں اسے للچائی نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو گئیں۔ رحمت رب کی گھٹائیں کچھ ٹوٹ کر یوں برسیں اور "مدینۃ العلم" کے رحمت پر

---

[1] ماہنامہ "اعلیٰ حضرت منظر الاسلام نمبر" مئی تا جولائی ۲۰۰۱ء، مضمون سید وجاہت رسول قادری،

[2] محمد عبد الحکیم شرف قادری مولانا صد سالہ منظر الاسلام (کتابچہ) رضا اکیڈمی لاہور ۲۰۰۱ء ص ۳

دوش معلم ﷺ کی نوازش و کرم نے مونس منظر اسلام کو حجازی حافظان حدیث اور فاضلان علوم اسلامیہ کا شیخ و مربی بنا دیا، اللہ اکبر! خدمت خلق، اشاعت علم اور حب نبی کا بیش بہا صلہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ زمانہ شاہد ہے کہ برصغیر کے کرۂ زمین پر قدیم و جدید تمام تعلیمی مراکز و معابد میں جو چراغ علم فروزاں ہے، اس کے روغن کا سررشتہ منظر اسلام سے ضرور جڑا ہوا ہے۔

ماتم یہ ہے کہ اوراق تاریخ مرتب نہیں، منظر اسلام کی خدمات جو شجر سایہ دار کی طرح پھیلی ہوئی ہیں، کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیا جائے اور تمام کارہائے نمایاں جو پس منظر میں چلے گئے یا دفتر گاؤ خورد ہو کر رہ گئے ہیں، کو پیش منظر لایا جائے، کیونکہ تاریخ ہند میں خدمت علم اور اشاعت دین کا یہ سب سے روشن باب ہے، مگر ہائے! صد حیف!! یہی باب سب سے زیادہ مستور ہو کر رہ گیا ہے، خزانے کھنگالے جائیں، دفینے اجالے جائیں، جامعہ منظر اسلام کے موجودہ ارباب مجاز کو اس طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے"۔[1]

یہ امر اوپر بیان میں آچکا ہے کہ امام احمد رضا نے اس وقت درسیات و اسلامیات کی تکمیل کر کے فاتحۂ فراغ پڑھ لیا تھا۔ جب ان کی عمر چودہ سال سے بھی کچھ کم ہی تھی، بلند اقبال و بیدار مغز تو تھے ہی، وہ دوران تعلیم ہی سے تقریر بھی کرتے، تصنیف بھی ہوا کرتی، حواشی بھی قلمبند کرتے اور طرفہ یہ کہ اسی زمانہ میں طلبہ کو پڑھایا بھی کرتے تھے، مولانا حامد رضا خان، جو حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور دیار و امصار ہوئے، کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ:

---

[1] ماہنامہ "کنز الایمان" دہلی شمارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء، مضمون غلام جابر شمس مصباحی

''اعلیٰ حضرت زمانہ طالب علمی میں طلبہ کو پڑھایا'' ۔ ۱

امام جلیل کی ذہانت وذکاوت سے یہ بعید نہیں، مگر اس کی تائید میں مزید اور کوئی شہادت میری نظر سے نہیں گذری۔

عین ممکن ہے کہ انہوں نے اپنے والد کریم کے قائم کردہ مدرسہ میں درس دیا ہو، پروفیسر محمد مسعود احمد نے بھی اس طرح کا خیال ظاہر کیا ہے ۲ مگر تا حال کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہو سکا، اس سلسلہ میں خود صاحب سیرت کا واضح بیان موجود ہے۔ لہٰذا کسی خیال آرائی و پیوندکاری کی چنداں ضرورت نہیں، امام علام لکھتے ہیں:

''فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس چار مہینے دس دن کی عمر میں تمام ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا'' ۳

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء کو مدرسہ منظر اسلام بریلی ابتداءً رحیم یار خان کے مکان پر قائم ہوا، اور دو متعلم سید محمد ظفر الدین اور سید عبد الرشید سے اس کا افتتاح ہوا ۴

ان میں سے اول الذکر نے مدرسہ کی تاسیس وقیام میں متوسلانہ کردار ادا کیا، طالب علم بن کر پڑھائی میں مشغول ہوا، پھر بعد میں اس درسگاہ کی مسند تدریس کو بحیثیت استاذ زینت بخشی، یہی دوسرے جہتی متعلم بعد میں ملک العلماء مولانا محمد سید ظفر الدین رضوی کے نام سے فائق الاقران ثابت ہوئے۔

مدرسہ منظر اسلام قائم ہو کر رواں ہوا تو انہوں (ملک العلماء) نے بہار خطوط

---

۱ حامد رضا خان مولانا سلامۃ اللہ لاہلسنۃ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ص ۲۷
۲ محمد مسعود احمد پروفیسر محدث بریلوی المختار پبلیکیشنز صدر، کراچی ۱۹۹۳ء ص ۳۰
۳ احمد رضا خان امام الکلمۃ الملہمۃ فی رد الفلسفۃ المشئمہ مطبوعہ دہلی ۱۹۷۴ء ص ۹
۴ محمد حسن رضا خان مولانا روداد سال دوم مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ۱۳۲۳ھ ص ۲

لکھ کر مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلایا، ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ / جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفیٰ، محمد ابراہیم اکانوی، سید شاہ غلام محمد بہاری، سید عبد الرحمٰن بیتھوی ۱ مولوی محمد اسماعیل بہاری اور نذیر الحسن رمضان پوری اور کچھ دوسرے طلباء بہار سے آ کر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ۲

روداد سال دوم ۱۳۲۳ھ، جس کے کچھ اوراق تحریر سطور کے وقت میرے سامنے ہیں، اس کے مطابق درجے اور تعداد طلباء کچھ اس طرح ہے:

درجہ اول : ۲۵

درجہ دوم : ۲۱

درجہ سوم : ۲۷

درجہ چہارم : ۳۳

درجہ پنجم : ۵

قواعد بغدادی : ۴

اس سے اس نومولود درسگاہ دینی وعربی کی شہرت ومقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، مولانا حسن رضا نے روداد کے ص ۲ پر لکھا ہے کہ ۲۱ / تا ۲۴ / شعبان ۱۳۲۳ھ کو منظر اسلام کے طلباء کا سالانہ امتحان ہوا، جس میں رامپور سے شاہ سلامت اللہ نقشبندی، مولانا ارشد علی اور مولانا حکیم شفیق الدین، چلی بھیت سے مولانا وصی احمد محدث سورتی،

---

۱ نوٹ: الآتے حرمین کا ''تازہ حلیہ'' کے مؤلف اور تقدیم نگار سید الاتجار مراد ہیں، (شمس مصباحی)
۲ مختار الدین احمد ڈاکٹر حیات ملک العلماء ادارہ معارف نعمانیہ شادباغ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳

عظیم آباد پٹنہ سے مولانا بدل صاحب اور جبل پور سے مولانا شاہ عبد السلام اور قاری بشیر الدین طلباء کے امتحان کے لئے تشریف لائے۔[1]

مذکورہ حضرات کی معائنہ جاتی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و نصاب تعلیم، نظام اخلاق و تربیت اور رہائش و خورد و نوش کا معیار بہت بلند تھا، بخوف طوالت یہاں نقل تاثرات قلم انداز کئے جاتے ہیں۔

منظر اسلام ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا، اس کے موجد و مربی نے ۱۲۸۶ھ میں تکمیل درس کیا اور لکھا کہ: اس کے بعد چند سال تک طلباء کو پڑھایا[2] اس کی روشنی میں بصراحت و وضاحت یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیام منظر اسلام سے پہلے ان کی مسند تدریس بچھ چکی تھی، اور حجۃ الاسلام کا بیان بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، گو یہ عمل تدریس کسی درسگاہ میں جاری نہ سہی، ان کی بافیض ذات اور ان کا وہ فیض بخش زاویہ، جہاں وہ خلوت نشین ہو کر عبادت و ریاضت، تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی اور دیگر مشاغل علمیہ میں ہمہ لحہ منہمک ہوا کرتے، وہی زاویہ صفۃ الاسلام کا پرتو تھا۔

یہاں ایک ذاتی ثبوت ملاحظہ فرمایئے ۱۳۱۸ھ کو انہوں نے رسالہ "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" مرتب فرمائی۔ اس کے اختتامیہ میں لکھتے ہیں:

باوصف کثرت کار و ہجوم اشغال تعلیم و تدریس و مجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقت فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام ہوا[3] اور ان سے گوناگوں تصنیفی و

---

۱ حسن رضا خان مولانا روداد سال دوم مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۲۳ھ ص ۲

۲ احمد رضا خان امام الکلمۃ الملہمۃ فی رد الفلسفۃ القدیمۃ مطبوعہ دہلی ۱۹۷۶ء ص ۹

۳ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ۱۱/۲۶۳

تحریکی سرگرمیوں کے سبب جب عمل تدریس چھوٹ گیا، تب بھی ان کا خصوصی درس و افادہ کا عمل جاری ساری رہا۔ آنے والی سطور سے یہ بات روشن ہو جائے گی۔

قیام منظر اسلام کے بعد آپ کے زیر درس جو کتابیں رہیں، وہ یہ تھیں۔ حدیث میں بخاری شریف، تصوف میں عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ، علوم عقلی میں اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح، تشریح الافلاک، اور شرح چغمنی، تصوف و سلوک کی دونوں معرکۃ الآراء کتاب کے درس کے وقت طلبا تو ہوتے ہی تھے، علماء کی جماعت بھی شریک درس ہوا کرتی تھی۔[1]

ان کے طریقہ تدریس اور طرز تعلیم کا شہرہ اتنا ہوا کہ اقطار ہند و سندھ، کابل و قندھار، جو ان کے مورث اعلیٰ کا وطن اصلی تھا، حتیٰ کہ حجاز و عرب سے بھی محبان علم و عرفان کشاں کشاں چلے آئے، جیسا کہ درج فہرست طلباء کی سکونت و ولدیت سے پتہ چلتا ہے، صاحب سیرت کے ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ بعض طلباء دیوبند و گنگوہ کے مدارس چھوڑ کر درسگاہ بریلی آپہنچے، کیونکہ اختلاف مسلک و عقیدہ کے باوجود ان مدارس میں، ان کے اساتذہ و علماء کی نجی محفلوں اور خلوتوں میں امام احمد رضا کے علمیت و عبقریت اور فقاہت و بصیرت کے چرچے ہوتے رہتے تھے، سیرت نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سے ۱۲۸۶ھ تا ۱۳۴۰ھ پورے چون برس کے عرصہ میں سیکڑوں نہیں ہزاروں طلباء مستفید و فیض یاب ہوئے۔[2]

---

۱ محمود احمد قادری مولانا تذکرہ علماء اہل سنت سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد ۱۹۷۲ء ص ۱۱۱

نوٹ: تصوف و اخلاق اور سلوک و اذکار میں جو ان کا اختصاص و شغف تھا، اس کے لئے دیکھئے

(الف) امام احمد رضا اور تصوف مولانا محمد احمد مصباحی المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ طبع اول ۱۹۸۹ء

(ب) امام احمد رضا کی تعلیمات تصوف : ڈاکٹر امجد رضا مدنی برہانی کالج بمبئی المیزان امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء

۲ (الف) ماہنامہ "معارف رضا" کراچی شمارہ ۱۹۸۹ء مضمون ملک العلماء مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء

(ب) سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء، ۱۳-۱/۱۲

بین الاقوامی مشہور اسکالر ڈاکٹر مختار الدین احمد نے تحریر کیا ہے کہ:

''قیام مدرسہ سے فاضل بریلوی کی وفات تک اٹھارہ سال کی مدت میں جن طلباء نے آپ سے درس لیا اور جن محبان علمی نے آپ سے فیوض علمی حاصل کئے، ان کی تعداد بتانی مشکل ہوگی، اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ تلامذہ و مستفدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچی گی''۔ ۱

یہ باتیں کچھ ادعائی معلوم ہوتی ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ مبنی بر صداقت ہوں، کیونکہ منضبط انداز میں طلباء کی کوئی فہرست یا رجسٹر موجود نہیں، یا تھا بھی، تو وہ دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا، غالباً شروع ایام میں اس طرف توجہ نہیں دی گئی، کہ طلباء و فیض یافتوں کے اسماء و سکونتیں منظم رہتیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اس زمانہ میں علمی لوگ ان سے نسبت علمی جوڑنے میں فخر و شرف محسوس کرتے تھے اور ان سے شرف تلمذ یا انتساب سند خلافت بتا کر اپنے اپنے شہر و دیار میں اپنی علمی و روحانی دھاک بتانے کی کوشش کرتے تھے۔

لہٰذا امام احمد رضا اپنا بیان جاری کرنے پر مجبور ہوئے، تاکہ صحیح و غلط کا اندازہ ہو سکے، چنانچہ انہوں نے اپنے کچھ خاص تلامذہ و خلفاء کی فہرست تیار کی اور ''ضروری اطلاع'' کے عنوان سے بیان جاری کیا، جو ماہنامہ ''الرضا'' بریلی میں طبع ہوا، ۲ جس میں پچاس تلامذہ و خلفاء کا ذکر مع تفصیل اسماء و مختصر تعارف کیا گیا ہے، اس بیان سے جہاں ان کے مستفدین اور مسترشدین کی تعداد کا سراغ براہ راست مل جاتا ہے، وہیں

۱ غلام جابر شمس مصباحی امام احمد رضا عالم اسلام کے عظیم مفکر امام احمد رضا کانفرنس کمیٹی بہلی ۱۹۹۹ء ص ۲۲-۱۹۹

۲ ماہنامہ ''الرضا'' بریلی شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۹ تا ۱۲

ان کی علمی شہرت و استناد کا پتہ بھی چلتا ہے، مذکورہ بیان جو ''الرضا'' میں شائع ہوا تھا، وہ ''تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت'' میں بھی نقل ہوا ہے۔ ۱

۱۳۳۷ھ میں سفر جبل پور کے دوران آپ نے ''الاستمداد علی اجیال الارتداد'' لکھی۔

یہ تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے، جس میں ۱۳۲ قافیے اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ تو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو، اس قصیدہ میں ''ذکر احباب و دعائے احباب'' کے عنوان کے تحت ۱۲۳ اشعار درج ہیں، جن میں انہوں نے اپنے کچھ خاص احباب و تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کی تعداد ۱۶ ہے، ۲

''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول میں سولہ اہم شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، ۳۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے بھی ایک جگہ اسمائے تلامذہ دس گنائے ہیں ۴۔ علامہ سید شاہد علی رامپوری اپنے ایک مضمون میں اہم ماخذوں کے حوالوں سے ۵۸ فضلاء و تلامذہ کی ایک نا تمام فہرست دی ہے، ۵۔ معروف محقق ڈاکٹر جلال الدین قادری (کھاریاں، گجرات) نے قدیم حوالوں سے قریب ۹۵ تلامذہ کی ایک خام فہرست پیش کی ہے، ۶۔ چند اسماء سب کے یہاں مکرر و مشترک بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تکرار و اشتراک در اصل ایک ریکارڈ و مواد کی عدم حصولیابی کا ثمرہ ہے، اب جبکہ پوری ایک صدی بیت گئی،

۱ محمد صادق قصوری / مجید اللہ قادری تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۳-۲۸

۲ احمد رضا خان امام الاستمداد علی اجیال الارتداد رضا دارالاشاعت بریلی ۱۹۹۸ء ص ۸۷ تا ۱۰۰

۳ سید محمد ظفر الدین مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء ۲۱۳، ۲۱۶

۴ محمد مسعود احمد پروفیسر مقالات یوم رضا مرکزی مجلس رضا لاہور ۳/۱۶

۵ ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی مفکر اسلام نمبر ۲۰۰۱ء مضمون سید شاہد علی رامپور ص ۲۵۵ تا ۲۵۸

۶ ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی مفکر اسلام نمبر ۲۰۰۱ء مضمون ڈاکٹر جلال الدین قادری کھاریاں ص ۷۵ تا ۷۸

تب ان کی متبعین و منتسبین کا احساس بیدار ہو چلا ہے کہ منظر اسلام کی ہمہ جہت خدمات و مساعی کو سمیٹا جائے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ہاں! راہوں میں کچھ کٹھن مرحلے ضرور ہیں، دل میں اگر فولادی عزم ہو اور ہاتھ میں تیشۂ فرہاد ہو، تو ان کی یہ آرزو جلد پوری ہو سکتی ہے۔ لیجئے، ایک تاریخی حوالہ جس سے تین سو تلامذہ کا ثبوت مل جاتا ہے۔

۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ کو امام احمد رضا کا وصال ہوا، اسی سال ۲۳ تا ۲۴ شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۱ تا ۲۳ راپریل ۱۹۲۱ء کو "منظر اسلام" کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا، قبل انعقاد اجلاس شرکت اجلاس کے لئے ایک دعوتی و اطلاعی رپورٹ ہفت روزہ "دبدبہ سکندری"، رامپور میں چھاپی گئی، رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ اس وقت تک دو کم تین سو طلباء دستار و سند فضیلت لیکر فارغ التحصیل علماء میں شامل و شمار ہو چکے تھے"۔ ۱

یہ تین سو ان طلباء کی تعداد ہے، جو نصابی کتب کی تکمیل کی اور سند یافتہ علماء وفضلا میں شمار ہو کر آسمان علم کے شمس و قمر بن کر چمکے، ان میں سے بیشتر کو امام احمد رضا نے سند اجازت و خلافت بھی تفویض فرمائی، مگر وہ علماء و طلباء جنہوں نے نصاب درس کے علاوہ خصوصی شرف شاگردی حاصل کیا کرتے تھے، ان کی تعداد ابھی بھی پردۂ خفاء میں ہے، طلباء کی کثرت تعداد کسی استاذ کے لئے شرف و فضیلت کی علامت نہیں کہ محض ایک شیر ڈھیروں بھیڑیوں کے لئے کافی ہوا کرتا ہے، اور امام احمد رضا کے ہر ایک شاگرد کی یہی شان نظر آتی ہے۔ تاہم سیکڑوں کا ثبوت تو مل گیا، ہزاروں کا دعویٰ ابھی بے دلیل ہے، اس کے لئے اٹھے کوئی فاضل اور کرے یہ کام،

ان ذاتی و خارجی فہرستوں میں جن فارغین و فضلا کے اسماء زینت فہرست ہیں، ان کا وطنی تعلق ڈھاکہ و آسام سے راولپنڈی، سندھ اور پشاور ہوتے ہوئے شور بازار کابل وقندھار تک ہے، جیسا کہ درج فہرست ناموں سے یہ حقیقت عیاں ہوتی

---

۱ ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور ۱۷ اپریل ۱۹۲۲ء ص ۹

ہے، جس سے بدیہی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ان کے درس و افادہ کا حلقہ کتنا وسیع تھا اور ان کی تعلیم و تدریس کی شہرت خوشبو کی طرح کیونکر پھیل گئی تھی۔ حیرت تو یہ ہے کہ یہ معاملہ یہیں تک محدود نہیں، بلکہ جب ہم قدیم ماخذوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، تو عرب و غرب تک یہ سلسلہ زلف یار کی طرح دراز دکھائی پڑتا ہے اور یہ سلسلۃ النور مرکز النور عزت و حرمت والے شہر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سے بھی جڑا ہوا نظر آتا ہے۔

چنانچہ شیخ سید حسین مدنی بن شیخ مولانا عبد القادر شامی مدنی بریلی تشریف لائے، چودہ مہینے قیام فرمایا، علم جفر، علم اوفاق اور علم تکسیر جیسے علوم کی تحصیل کی، عربی رسالہ "اطائب الاکسیر فی علم التکسیر" انہیں کے لئے میں نے تصنیف کیا، اور نیز رخصت ہوتے وقت اپنی طبع زاد جداول کثیرہ سید موصوف کو نذر گذار دیں۔ ۱

حضرت مولینا عبد الغفار بخاری (غالباً روس) سے علم جفر کی تحصیل کے لئے بریلی حاضر ہوئے، اور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی کے ارشاد گرامی کے مطابق امام احمد رضا نے انہیں آٹھ مہینے تک کی تعلیم فرمائی، افادہ و افاضہ کا یہ سلسلہ کبھی کبھی رات کے دو دو بجے تک جاری رہتا، جبکہ یہ راتیں سخت سردی کی ہوا کرتیں، حصول علم کے بعد مولینا بخاری تشریف لے گئے، ایک دفعہ جزیرۂ سنگاپور سے شیخ بخاری نے بذریعہ خط امام و استاذ کو یاد کیا تھا۔ ۲

حضرت شیخ عبد الرحمٰن دھان مکی نے آپ سے علم جفر میں استفادہ کیا۔ ۳

---

۱ (الف) ماہنامہ "الرضا" بریلی شمارہ صفر ۱۳۳۹ھ ص ۱۹ تا ۲۲

(ب) محمد مصطفی رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی ۱۹۹۵ء ص ۳۰،۳۱

نوٹ: اطائب الاکسیر کا عکس خاکسار غلام جابر شمس مصباحی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲ محمد مصطفی رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی ۱۹۹۵ء ص ۳۲،۳۳

۳ محمد مصطفی رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی ۱۹۹۵ء ص ۳۰

اسی نام کے ایک دوسرے بزرگ حضرت شیخ عبدالرحمٰن آفندی شامی نے آپ سے اس علم میں مستفیدانہ گفتگو کی اور بریلی تشریف لانے کی خواہش کا اظہار فرمایا، مگر بوجوہ حضرت شیخ تشریف نہ لا سکے۔[۱] ۱۳۲۶ھ کو حضرت شیخ سید حبیب اللہ ذمی دمشقی جیلانی جو اولاد حضرت غوث پاک سے تھے، کئی بار آپ سے ملنے بریلی تشریف لائے،[۲] حضرت شیخ سید ابراہیم مدنی بھی بریلی تشریف لا چکے تھے۔[۳]

اس کے علاوہ حجاز و عرب اور عربی ممالک کے شہر شیوخ و علماء نے آپ سے بقیام حرمین شریفین علمی فائدہ اٹھایا، اور آپ کی ذات والا صفات کو عالم اسلام و عالم عرب کے لئے وجہ افتخار سمجھا، خطوط و مکتوبات کے ذریعہ بھی اہل علم و فضل نے آپ سے علم و اذکار میں اکتساب فیض کیا، ان حضرات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، یہ وہ خصوصیات ہیں، جو آپ کے معاصرین میں سوا آپ کے کسی کو نصیب نہیں۔

امام احمد رضا نے ان رسائل جفر و زائرچہ کی شرح لکھی اور ان پر حواشی حوالہ قلم کیے، جو حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے قلم کی شاہکار ہیں، آپ کا رسالہ "سفر السفر عن الجفر بالجفر" انہیں مباحث و مسائل میں ہے،[۴] انہوں نے شیخ ابن عربی کی کتاب "الدر المکنون و الجوهر المصون" پر بھی تعلیق و حاشیہ لکھا ہے، قلمی کتاب و حاشیہ کا عکس غلام جابر شمس مصباحی کے ذاتی کتب خانہ کی رونق بڑھائے

---

۱ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی ۱۹۹۵ء ۳۰/۳

۲ (الف) محمد برہان الحق رضوی مولانا اکرام امام احمد رضا مجلس اشاعت مظہریہ بہار طبع دوم ۱۹۹۰ء ص ۸۳

(ب) محمود احمد قادری مولانا مکتوبات امام احمد رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی طبع دوم ۱۹۹۶ء ص ۱۴۱

۳ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی ۱۹۹۵ء ۳۳/۳

۴ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی ۱۹۹۵ء ۳۳/۳

ہوئے ہے، عکس نوادرات میں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔ یہ کچھ ایسے علوم ہیں، جو سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں، اخفاء و عدم اشاعت ان علوم کی اولین شرط ہے، سبحان اللہ یہ علوم بھی امام احمد رضا کو حاصل تھے اور نہ صرف حاصل، بلکہ ان میں وہ مہارت و کمال کے درجہ پر فائز تھے،

یہی وہ وجوہات تھیں کہ اقطاع عالم سے کبار شخصیات و رجال اقلیم علم کے اس شہریار کی طرف کھنچے کھنچے چلے آتے تھے، چنانچہ فضیلۃ الشیخ اسماعیل بن سید خلیل محافظ کتب حرم مکہ مکرمہ ۱۳۲۸ھ[۱] اور پھر ۱۳۳۰ھ میں علی الترتیب دو بار بریلی رونق افروز ہوئے۔ یہ وہ عظیم و جلیل شخصیت ہیں کہ شاید ہی اس جیسی شخصیت کا قدم کبھی ہندوستان پہنچا ہو، شاہ عبدالسلام جبل پوری کے نام ایک مکتوب میں ان کے یہ جملے مسطور و مطبوع ہیں:

"اعلیٰ حضرت عالم اجل، حامی سنت، ماحی بدعت دشمن وہابیت حضرت سیدنا سید اسماعیل خلیل آفندی عالم مکہ معظمہ حافظ کتب حرم شریف کہ وہاں کے بہت بڑے حامی دین عالم ہیں اور بغیر کسی سابقہ معرفت یا نفع دنیوی، محض دین کے واسطے انہوں نے اور ان کے والد ماجد سید خلیل آفندی رحمۃ اللہ علیہ، اس فقیر کے وہ عظیم کام مکہ معظمہ میں کئے اور وہ وہ امداد و نصرت کی، کہ حقیقی بھائیوں سے بھی نہ ہو سکتی، میں ان کے دینی احسانات کا نہایت زیر بار ہوں۔ بلکہ خود مذہب و دین پر ان کا احسان ہے، اور وہ اس فقیر ذلیل کی ملاقات کے لئے مکہ معظمہ سے تشریف لائے۔ ایسا جلیل القدر عالم و سید عربی و مکی و حامی دین نہ آج تک میرے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے، اور نہ آئندہ امید۔[۲]

---

۱ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ بریلی ۱۹۹۵ء ۳۲/۳

۲ محمود احمد قادری مولانا مکتوبات امام احمد رضا ... امام احمد رضا بمبئی طبع دوم ص ۳۱، ۳۰

کتنا خلوص تھا ان بزرگوں میں اور کتنی گہرائی تھی ان کی محبتوں میں، محبت و خلوص کی گہرائی و مقدار کا تعین مشکل ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ الحب فی اللہ، اسی کو کہا گیا ہے، سید والا ذوالجاہ بریلی سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے، تو بمبئی پہونچ کر آپ نے امام احمد رضا کو یاد کرتے ہوئے یوں لکھا:

"آپ سے جدا ہو گیا، مگر دل نہ چاہتا تھا، کیا کریں، دستور زمانہ یہی ہے۔ کئی بار سوچا کہ پھر حاضر ہوں۔ لیکن ماں اور بھائی ضعیف ہو گئے ہیں، جن کی خدمت کے لئے مجبوراً جانا پڑ رہا ہے، ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ مرتے دم تک آپ کی چوکھٹ پر پڑا ہوں اور آپ کے حضور حاضر رہوں"۔ [۱]

ذرا آگے یوں رقمطراز ہیں:

"میری طرف سے حضرت مولٰینا حامد رضا صاحب، حضرت مولٰینا مصطفیٰ رضا صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کو تحفہ سلام قبول ہو، ان حضرات نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے، اس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا صلہ عطا فرمائے، میری جانب سے میری والدہ یعنی مولٰینا حامد رضا خان اور مولٰینا مصطفیٰ رضا خان صاحب کی والدہ سلام قبول فرمائیں، ان کا ذکر مناسب تو نہیں، لیکن میں اپنے آپ کو آپ کا تیسرا فرزند شمار کرتا ہوں۔ ان سے فرمائیں کہ وہ اس سعادت سے مجھے نوازیں، میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔" [۲]

یہی پاک و پاکیزہ حسب و نسب والے سید ذوالجاہ والحشم کے دو اور خطوط، جن کو انہوں نے ۱۳۲۴ اور ۱۳۲۵ھ کو بریلی ارسال کئے ہیں، کے ابتدائیے و اختتامیے دیکھئے، محبت و قلبی تعلق کا کیا انوکھا انداز ہے، تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱] احمد رضا خان امام الدولۃ المکیہ ترتیب جدید اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور ۲۰۰۱ء ص ۱۵۵

[۲] احمد رضا خان امام الدولۃ المکیہ ترتیب جدید اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور ۲۰۰۱ء ص ۱۵۶

۱ "عمدۃ علماء الافاضل قدوۃ اتقیاء الاماثل، شیخ المحدثین علی الاطلاق و سید المحققین فی سبع الطباق، سیدی و سندی و عمدتی و اعتمادی و شیخی و ملاذی و ذخری لیومی و معادی سیدی المولوی الشیخ احمد رضا خان سلمہ الرب المنان، (ابتدائیہ) وارجو کم سیدی العزیز لاتنسونا من دعواتکم الصالحہ فانی ابنکم الثالث حافظ کتب حرم سید اسماعیل بن سید خلیل " (اختتامیہ) [۱]

ترجمہ: افاضل علما کے بھروسہ، اماثل فقہاء کے پیشوا، بلا تخصیص جملہ محدثین کے استاذ، ساتوں طبقوں میں محققین کے سردار، میرے آقا، سید بھروسہ، باعتماد، استاذ، جائے پناہ، آج دنیا میں، کل حشر میں، میرے ذخیرہ، سیدی المولوی الشیخ احمد رضا خان، سلمہ الرب المنان اور اے عزت والے آقا! میں آپ سے پر امید ہوں کہ نیک دعاؤں کے وقت مجھے نہ بھولیں گے، کیونکہ میں آپ کا تیسرا فرزند ہوں۔

۲: "شیخ الاسلام بلا مدافع، وحید العصر بلا منازع، شیخنا و استاذنا و ملاذنا و قدوتنا و عمدتنا لیومنا و معادنا المولوی الشیخ احمد رضا خان سلمہ اللہ الحنان المنان، السلام علیکم، .....الداعی ولدکم حافظ کتب الحرم المکی السید اسماعیل بن خلیل" [۲]

ترجمہ: شیخ الاسلام، جن کا کوئی مزاحم نہیں، یگانہ روزگار، جس میں کوئی اختلاف نہیں، ہمارے شیخ، استاذ، جائے پناہ، قائد، دنیا و آخرت میں سہارا دینے والے الشیخ احمد رضا سلمہ اللہ الحنان المنان، السلام علیکم..... دعا گو آپ کا فرزند، محافظ کتب حرم سید اسماعیل بن سید خلیل۔

---

[۱] مکتوب سید اسماعیل خلیل بنام امام احمد رضا، محررہ ۱۲ رجب ۱۳۲۴ھ بحوالہ الاجازۃ المتینہ ص ۱۰۸

[۲] مکتوب سید اسماعیل خلیل بنام امام احمد رضا، محررہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بحوالہ الاجازۃ المتینہ ص ۱۰۶

الغرض آپ کے تلامذہ، خلفاء، مستفدین و مسترشدین دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلے دکھائی دیتے ہیں۔ جنہوں نے جہان بھر کے گوشے گوشے میں پیغام اسلام عام کیا، ایسی خدمات انجام دیں کہ تاریخ کو ان پر ناز ہے، چنانچہ علامہ عبد الحکیم شرف قادری اور پروفیسر محمد مسعود احمد نے لکھا ہے کہ آپ کی شخصیت، علمیت و روحانیت سے پر، بڑی متحرک، فعال و جوال Dynamic تھی، اس بلا کی حرکت اور جہد و عمل کی قوت معاصرین میں نظر نہیں آتی، ان کی شہرت و مقبولیت میں ان کے محیر العقول علم و فضل اور روحانیت کے علاوہ ان کے متعلقین و متبعین کی مساعی کا پورا دخل ہے، جو علم و عمل کے درخشاں آفتاب تھے، اس سے ان کی عظیم شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے، اور سچ یہ ہے کہ عظیم انسان ہی عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

ہندو پاک کے علاوہ سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام، مصر، ترکی، یمن، لیبیا، الجزائر، سوڈان، افریقہ، انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈگاسکر، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کنیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، سیلون، برما، انڈوچائنا، چین، جاپان وغیرہ ممالک میں دینی خدمت انجام دی، اسلامی کاز آگے بڑھایا، غیروں میں دعوت اسلام پیش کی، اس کے اچھے نتائج سامنے آئے، تعلیمی و فلاحی ادارے قائم کئے، ہر زبان میں اسلامی لٹریچر شائع کئے، رسائل و جرائد جاری کئے وغیرہ وغیرہ۔[1]

---

[1] (الف) محمد عبد الحکیم شرف قادری مولانا: خلفاء اعلیٰ حضرت مرتبہ عبد الستار طاہر رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۹ء ص ۳۰
(ب) محمد مسعود احمد پروفیسر: خلفاء امام احمد رضا مرتبہ عبد الستار طاہر رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۹۹ء ص ۳۲

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (۱) الاجازۃ المتینہ: از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی
(۲) خلفاء اعلیٰ حضرت: محمد صادق قصوری مطبوعہ کراچی
(۳) فاضل بریلوی علماء کی نظر میں: محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور

وعظ و تقریر اور قوت و تاثیر:

امام احمد رضا تقریر و خطابت سے عملاً دامن کشاں رہتے تھے، مگر خاص تین مواقع ایسے ہیں، جب ان کی زبان التزاماً بڑے طنطنہ کے گویا ہوا کرتی تھی،

۱ ہر سال ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو، عید میلاد النبی بطور جشن بہاراں منانا مسلمانوں میں تواتراً و توارثاً بڑے رائج و جاری ہے۔

۲ ہر سال ۱۸ ذی الحجہ کو، اپنے مرشد برحق سید شاہ آل رسول مارہروی کے یوم وفات پر، جو عرف عام میں عرس کے نام سے موسوم ہے،

۳ اور تیسرا موقع تھا، مدرسہ اہل سنت منظر اسلام کے سالانہ جلسہ کا جو طلباء علوم نبوت، منظر اسلام سے فارغ التحصیل ہوا کرتے تھے، وہ انہیں بطور نصیحت کچھ ہدایات و توصیات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور انہیں خدمت دین و استقامت علی الدین کی ڈھیر ساری دعائیں دے کر بصد محبت رخصت کرتے تھے۔

ماسوائے ان اوقات خاصہ کے کبھی کبھی اکابر و احباب کے اصرار پر یا پھر وقت اور حالات کے پیش نظر وہ زینت مسند خطابت ہو جایا کرتے تھے، اور اپنے فرض منصبی کے تقاضوں کو بہ تمام و کمال پورا کیا کرتے تھے، یہاں کی گئی چند خاص تقریروں کا اعادہ مقصود، نہ ان پر کچھ تبصرہ مطلوب، بلکہ ان بیانات کا محض ایک اجمالی اشاریہ پیش کیا جاتا ہے،

سب سے پہلی تقریر، جو انہوں نے کی، تو اس وقت ان کی عمر صرف چھ سال کی تھی، یہ تقریر بارہویں شریف کے ایک مجمع عام میں بر سر منبر ہوئی تھی، سوانح نگار نے

لکھا ہے کہ کم و بیش دو گھنٹے تک وہ ولادت النبی کے موقع پر بولتے رہے، تقریر اتنی دلپذیر اور وجد آفریں تھی کہ سامعین تصویر حیرت بنے بیٹھے اور ہمہ تن گوش تھے،[1] اگر یہ تقریر چھ سال کی عمر میں ہوئی، تو یہ واقعہ ۱۲۷۸ھ کا ہے۔ کیونکہ ۱۲۷۲ھ کو وہ پیدا ہوئے تھے،

۱۳۱۸ھ کو انہوں نے عظیم آباد پٹنہ کا سفر کیا، مسلسل ایک ہفتہ تک جاری ایک اجلاس اہل سنت میں انہوں نے متعدد نشست میں متعدد تقریریں کیں، ان کا ایک خطاب متواتر چار گھنٹے تک جاری رہا، فضلیت صدیق اکبر کے عنوان پر کی گئی یہ تقریر، او وادا اجلاس جو دربار حق و ہدایت کے نام مرتب و مطبوع ہے کے ۱۰۵ تا ۱۲۸ پر چھپی ہوئی ہے،[2] یہی تقریر حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں ۱۱۳ سے ۱۳۱ تک منقول ہوئی ہے[3] عید میلاد النبی کے موضوع پر کی گئی ایک تقریر اور حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ہی کے ص ۱۹۸ سے ص ۱۱۳ تک چھپی ہوئی ہے،[4] یہی دو چھپی ہوئی طویل تقریریں ناچیز کی نظروں سے گذر چکی،

۱۳۱۹ھ میں آپ کلکتہ تشریف لے گئے اہل کلکتہ نے آپ کا زبردست استقبال کیا [illegible] میں انداز استقبال کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کا دل آپ کی محبت سے بھر دیا تھا، ارشاد رسول کے بموجب بندۂ مومن اور پاکان خدا کی یہی شان و علامت ہوا کرتی ہے، کہ جس بندہ سے خدا خود راضی و خوش ہوتا ہے، تو اس سے اس کے بندے بھی راضی و خوش ہو جایا کرتے ہیں، خیر، کلکتہ میں ایک ہفتہ کے دوران قیام کئی مقامات پر کئی بیانات ہوئے، یہ ساری کیفیتیں رو

---

1. محمد صابر القادری نسیم مولانا مجدد بریلوی رضا اکیڈمی چاہ میراں لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۲، ۳۱
2. قاضی عبدالوحید فردوسی مولانا دربار حق و ہدایت مطبع حنفی عظیم آباد پٹنہ ۱۹۰۰ء متعدد صفحات
3. ۴ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۲ء متعدد صفحات

داد جلسہ اہل سنت کلکتہ، جو "دربار سراپا رحمت" کے نام سے مرتب ہو کر اسی سال چھپ چکی تھی، میں دیکھی جا سکتی ہے،[1]

۱۳۲۳ھ کو حج بیت اللہ کے لئے وہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، قبل و بعد حج تقریباً تین مہینے دونوں مراکز انوار و برکات حرم الٰہی و حرم نبوی میں ان کا طویل قیام رہا، تو علماء و مشائخ حجاز خصوصاً اعلم علماء مکہ حضرت شیخ صالح کمال مفتی احناف مکہ مکرمہ کی موجودگی میں مسئلہ علم غیب پر مذاکرہ علمیہ گھنٹوں بحث و تقریر فرماتے، کبھی کبھی یہ علمی مذاکرے دو دو، چار چار اور چھ چھ گھنٹے طول کھینچ جاتے اور شیخ موصوف و دیگر حاضرین سماعت کرتے رہتے، یہ مباحثے و مذاکرے، جو خالص علمی ہوا کرتے، عربی زبان میں وہ بے لاگ و بے تکان بحث و گفتگو کیا کرتے،[2]

خدا و رسول خدا کی تائید و حمایت ان کی پشت پناہ ہوا کرتی، ان کی استدلالی قوت، دانش برہانی و نورانی کے جلوے اور حاضر العلمی و حاضر دماغی دیکھ دیکھ کر علماء حرم محترم کے چہرے دمک اٹھتے، ان کے دل عش عش کرتے اور ان کی مبارک صورتوں پر آثار بشاشت و مسرت ظاہر ہو جاتے۔[3]

سنہ مذکور ہی میں وہ دیار قدس حجاز مقدس سے واپس آئے، تو واپسی براہ بمبئی ہوئی، مسلمانان بمبئی نے آپ کے استقبال میں کثیر جگہوں پر تہنیتی جلسے منعقد کئے، اور کلمات ترحیب و تہنیت پیش کئے محلہ در محلہ خوشیاں منائی گئیں، قصائی محلہ کی مسجد میں آپ

---

1. حاجی لعل محمد مدراسی مولانا دربار سراپا رحمت مطبع تحفہ حنفی، عظیم آباد پٹنہ ۱۹۰۱ء متعدد صفحات
2. (الف) محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الملفوظ قادری کتاب گھر، بریلی ۱۹۹۵ء ۲/۱۰
(ب) محمد مسعود احمد پروفیسر فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۷۱
3. احمد رضا خان امام فتاوی رضویہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۳ء ۱۵/۱۳۱

کا زبردست وعظ ہوا، خلق خدا کی کثیر تعداد نے سماعت فرمائی، لوگوں نے آپ کی دعوتیں کیں اور ضیافت کی برکتیں اٹھائیں، اس موقع پر ایک خاص واقعہ پیش آیا، دیکھنا ہو، تو اکرام امام احمد رضا ۷۸، ۷۹، ۸۰، دیکھئے [۱]

۱۲ تا ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو سید شاہ آل رسول مارہروی کا عرس بریلی میں منایا گیا، ناسازئ طبع اور دردسر کی وجہ سے وہ مارہرہ نہ جاسکے۔ باوصف اس کے انہوں نے تقریباً تین گھنٹے تک بیان فرمایا، اس تقریب روحانی میں انہوں نے اپنے فیض آثار ہاتھوں سے اپنے تلمیذ عزیز مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی کے سر پر دستار خلافت باندھی، مراسلہ نگار مولانا جمیل الرحمن قادری نے لکھا ہے کہ امام احمد رضا کی تقریر شنیدنی اور تقریب دستار کا منظر دیدنی تھا، وجد وکیف کا یہ عالم تھا کہ برکاتی میکدہ کے سارے میخوار روحانی جام پی پی کر مست وخدامست ہورہے تھے، یہ ان کی تقریر کا اثر ونفوذ تھا۔ [۲]

مدینۃ الاولیاء بدایوں میں تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی کا عرس تھا، اس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ اور کامل چھ گھنٹے تقریر فرمائی، عنوان سخن آپ نے سورۂ والضحیٰ کو منتخب کیا تھا، یہی وہ سورۂ کریمہ ہے، جس پر آپ نے اسی (۸۰) جز تک تفسیر لکھی ہے۔ مذکورہ خطاب آپ کا تاریخی نوعیت کا حامل ہے، [۳]

۹ تا ۱۳ رجب ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۷ تا ۲۱ ۱۹۱۰ء کو مارہرہ مطہرہ میں سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی کے عرس کی تقریب تھی، جس میں آپ شریک ہوئے، اور نہایت

---

۱ محمد برہان الحق مولانا اکرام امام احمد رضا مجلس العلماء مظفر پور بہار ۱۹۹۰ء ص ۷۸ تا ص ۸۰
۲ ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور، مجریہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۰ء ص ۹
۳ (الف) ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور، مجریہ ۹ اپریل ۱۹۱۰ء ص ۱۲
(ب) سید محمد ظفر الدین رضوی حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ آرام کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۹۷

عارفانہ خطاب کیا، رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ جس دن آپ کا بیان ہونے والا تھا، اس دن عجیب کیفیت تھی، مخلوق خدا کی اتنی کثرت تھی کہ شمار وقطار سے باہر ہے، نہایت پر کیف وپر لطف مجلس تھی اور ہر شخص ہمہ تن محو سماعت تھا، آپ نے بے حد عمدگی سے وعظ فرمایا، آپ کی خوش بیانی وخوش کلامی دلوں کو گاہے ہنسا، گاہے رلا اور گاہے تڑپا دیتی تھی، کوئی وعظ وخطاب سننا چاہے، تو وہ امام احمد رضا کی زبان مبارک سے سنے۔ [۱]

فروری ۱۹۱۱ء کے ایک عظیم اجلاس منعقدہ مراد آباد میں آپ مدعو تھے، جب جانے لگے، تو اہل بریلی مشایعت کے لئے بریلی اسٹیشن تک پہنچے، ٹرین رامپور اسٹیشن پہنچی، تو رامپوریوں کا ایک ہجوم صرف ملاقات کے لئے وہاں موجود تھا، شاہ سلامت اللہ، شاہ محمد ہدایت رسول قادری، سید شاہ خواجہ احمد میاں صاحب اور جناب منشی محمد فضل حسن معاون مدیر "دبدبہ سکندری" مرافقت کرتے ہوئے ہم رکاب ہوئے، علماء ربانیین کا یہ مبارک قافلہ مراد آباد اسٹیشن پہنچا، تو پورا شہر مراد آباد خیر مقدمی کے لئے اسٹیشن پر پہلے ہی سے آموجود تھا۔

رؤسائے مراد آباد نے امام احمد رضا کی دعوتیں کیں اور ضیافتیں کیں، دعوت وضیافت کرنے والوں میں شفیع خان صاحب رئیس اعظم اور حضرت مولانا محمد امداد حسین رئیس شہر قابل ذکر ہیں، ۲۷ فروری کو سہ پہر علاوہ اوقات نماز کے عصر تا عشاء آپ نے خطاب فرمایا، ان کے خطاب میں وہ وہ نکات علمیہ بیان ہوئے، کہ حاضرین وموجودین ششدر رہ گئے، اس تاریخی اجلاس کا سارا نظام وانصرام صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے کیا تھا۔ [۲]

---

۱ ہفت روزہ "دبدبہ سکندریہ" رامپور مجریہ یکم اگست ۱۹۱۰ء ص ۶
۲ ہفت روزہ "دبدبہ سکندریہ" رامپور مجریہ ۶ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۹

علماء وخواص کے بے حد اصرار پر ایک دفعہ آپ نے جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمایا، تو بعد اختتام وعظ حضرت مولینا عبد القیوم بدایونی نے کہا کہ کوئی عالم کتاب دیکھ کر بھی ایسا وعظ نہیں کرسکتا۔[1] اسی طرح ایک بار انہوں نے جامع مسجد پیتا پور میں سورۂ اعلیٰ کو عنوان سخن بنا کر بیان فرمایا، یہ بیان تاج الفحول حضرت مولینا عبد القادر بدایونی کے آمادہ کرنے پر کیا گیا تھا۔ سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی کی موجودگی میں مجمع کثیر نے اس بیان سے آرائش دنیا و آخرت کا سامان مہیا کیا، یہ دونوں واقعات ۱۳۱۸ھ کے آس پاس کے ہیں۔[2]

۱۳۳۷ھ میں آپ جبل پور تشریف لے گئے، وہاں کی صحرا جیسی بنی ہوئی "عیدگاہ کلاں" میں کرسی خطابت کو زینت بخشی، ۲۶ر جمادی الآخری، ۲۹ر مارچ کی تاریخ تھی، کہ عیدگاہ میں امڈ آئے ایک عظیم انسانی سیلاب کو اپنے خطاب و مواعظ سے نوازا۔ اس روح پرور اجلاس میں آپ نے مفتی برہان الحق ابن شاہ عبد السلام کے سر پر دستار و تاج فضیلت سجایا، اکرام امام احمد رضا کے مرتب کے بقول اجلاس نہایت نورانی وعرفانی تھا، ہر شخص گوش بر آواز تھا، اکثر آنکھوں سے آنسو جاری تھے، جو ان کے دلوں کے زنگ چھڑا رہے اور انوار اسلام ان میں سمارہے تھے۔[3]

مدرسہ الحدیث، پیلی بھیت کے افتتاح کے موقع پر فن حدیث، فضیلت حدیث اور حجیت حدیث پر مسلسل تین گھنٹے آپ کی زبان فیض آثار چلتی رہی،[4] احادیث

---

[1] سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۹۴،۹۵

[2] سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۹۹

[3] محمد برہان الحق مولانا اکرام امام احمد رضا مجلس العلماء مظفر پور، بہار ۱۹۹۰ء ص ۶۷ قبل و بعد

[4] خواجہ رضی حیدر ڈاکٹر تذکرہ محدث سورتی سورتی اکیڈمی ناظم آباد کراچی ۱۹۸۱ء ص ۷۸

رسول کی خوشبو بکھرتی رہی، اقوال رسول کے انوار برستے رہے، وفاداران رسول کی مشام جان مہکتی رہی اور ان کے قلوب منور ہوتے رہے، پھر اس کے بعد اس مدرسہ کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد میں شرکت کیا کرتے اور علم وروحانیت اور خیر وبرکت کی برسات برسا کر مراجعت فرماتے، "مدرسہ الحدیث" مئوسس علام ہندوستان بھر کے مشہور استاذ حدیث تھے، جو محدث سورتی کے لقب سے مشہور خلائق ہوئے، ان سے آپ کے دینی وقلبی تعلقات تھے، جلسوں کے علاوہ وہ بھی دونوں سعادت آثار بزرگ ایک دوسرے کے ہاں آیا جایا کرتے تھے، اور بیآ عدو رقت خالص علمی مذاکرے اور دینی وعلمی موضوعات پر تبادلۂ خیال کے لئے ہوا کرتی تھی۔

امام احمد رضا اپنے مواعظ وتقاریر میں برمحل اشعار بھی استعمال کیا کرتے تھے، جو عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے ہوتے تھے، یہاں ایک شعر اردو کا دیکھئے، جو ان کی زبان سے دوران تقریر اللہ کے سب سے عزیز دوست کی شان میں نکلا ہے،

شعر: کیا منہ ہے آئینہ کا تیری تاب لاسکے ۔۔۔ خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے[1]

گفت من آئینہ ام معقول دوست ۔۔۔ ترک و ہندو در ایں بیند کہ اوست[2]

منزه عن شريك في محاسنه ۔۔۔ فجوهر الحسن فيه غير منقسم[3]

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا خطاب مدلل ہوتا، قرآنیات اور فرامین رسول سے تقریریں مملو ہوتیں، زبان وبیان نہایت نفیس ہوتا، لب ولہجے میں چڑھاؤ اُتار اور چشم وابرو کے اشارے بھی ہوتے، وعظ وخطاب میں بلا کی تاثیر ہوتی، اثر ونفوذ کا یہ عالم ہوتا کہ سامعین اٹھنے سے پہلے اپنے گناہوں کے دھبوں اور سیاہیوں کو توبہ وانابت

---

[1] محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱۱۶

[2] محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱۰۵

[3] محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱۹۹۳ء ۱/۱۰۵

کے اشکوں سے دھوڈالتے، ڈاکٹر عابد علی مہتمم بیت القرآن پنجاب لائبریری نے آپ کی تقریر سنی تھی، منبر پر تقریر کرتے آپ کو دیکھا تھا، اپنا مشاہدہ اور چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''آواز از حد شیریں اور گداز تھی، آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا، میں اگرچہ بچہ تھا، مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لئے کوئی کشش ضرور تھی، اکثر مجھ پر انہماک طاری ہو جاتا اور حاضرین کی حالت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی، مجھے یہ محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، وعظ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے آپ حکایات ماثورہ بھی بیان فرماتے، مگر آپ کے مواعظ کی اصل بنیاد آیات اور احادیث پر قائم ہوتی تھی'' ۔ ل

انیس سو بارہ کا سن اور عید الفطر کا دن تھا، روزنامہ ''مشرق'' گورکھپور کے ایڈیٹر بریلی آئے ہوئے تھے، امام احمد رضا کی اقتداء میں انہوں نے نماز عید پڑھی اور ان کا خطاب سنا، واپس گئے، تو اپنا تاثر لکھا اور اپنے اخبار ۲۲ ستمبر کی اشاعت میں چھاپا۔ یہ ایک عینی شہادت اور قلبی تاثر ہے، جو موقع کی مناسبت سے یہاں نقل ہوتا ہے، ایڈیٹر حکیم برہم صاحب لکھتے ہیں:

''ہم کو بہت مسرت اور خوشی کا موقع ملا کہ جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب کی امامت میں نماز عید ملی اور مقدس و بزرگ مولانا کی زبان فیض ترجمان سے خطبہ سنا، ایسا دلچسپ اور دل دہلا دینے والا خطبہ ہم نے آج تک ہندوستان کے کسی عالم صاحب کا نہیں سنا تھا، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ابھی ہمارے ملک میں ایسے ادیب اور فصیح اللسان اصحاب موجود ہیں، ادب اور فصاحت اور عربیت کو ہم علاحدہ کر کے جب خطبہ

ل عابد احمد علی ڈاکٹر یوم رضا حصہ سوم رضا اکیڈمی، چاہ میراں، لاہور ص ۸-۹

کے جو شیلے، مگر جذبات گونا گوں کا خیال کرتے ہیں، تو ہمارا دل کہتا ہے کہ جناب رسالت مآب روحی فداہ سے اگر محبت اور سچی الفت بزرگ اور فرشتہ صورت مولانا کو نہ ہوتی، تو یہ جذبات بھی نہ ہوتے۔ پس خطبہ میں جو باتیں اہل ظاہر کے اعتراض کی ہوں، وہ اہل ظاہری تک رہیں گی۔ ایک عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اور سرشاری الفت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، عید کا دن تھا، وقت کم تھا، اس لئے ہم حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں نہ حاضر ہو سکے، مگر خدا سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ایسی ذات بابرکات کو بہت دنوں دنیا میں رکھے، جس کے فیض سے ایک عالم فائدہ اٹھاتا ہے'' ۔ ل

وہ سیرت نگار، جنہوں نے ان کی تقریریں سنیں اور ان پر تبصرے کئے، وہ مراسلہ نویس، جنہوں نے رپورٹیں لکھیں اور وہ اخبارات و جرائد میں چھپیں، ان سے تاثر ملتا ہے کہ امام احمد رضا کا وعظ و خطابت حرفوں اور لفظوں کا مجموعہ نہیں، نہ وہ جملوں اور تک بندیوں سے کھیلتے، بلکہ ان کے مواعظ و نصائح از دل خیزد بر دل ریزد کا نمونہ ہوتے، زبان تھی، جو علم و معرفت کے موتی اگلتی، زبان چلتی، تو مفاہیم قرآن پھول بن کر جھڑتے، ارشادات رسول خوشبو بن کر بکھر جاتے، چشم و سری جنبش اور کمان ابرو کے اشارے محبت خدا و عشق رسول کا تیر بن کر سامعین کے سینوں میں اتر جاتے، سامعین و مخاطبین کے دلوں سے وہ سارے بت ٹوٹ ٹوٹ کر نکل جاتے، جو حب دنیا کے ساختہ اور غم روزگار کا کاشتہ ہوتے، اب سامعتوں کے پردوں پر، قلبوں کی لوحوں پر، ذہنوں کے صفحوں پر، دماغوں کے اوراق پر سوچوں کے کینوس پر اور فکر و اعتقاد کے اسکرین پر صرف اور صرف احکام خدا، اقوال رسول اور حقیقی اسلام کی حکومت و بادشاہت قائم ہو جاتی، یہی وہ منزل ہے، جو قرآن اول کے پاکان خدا کے قریب کر دیتی ہے اور یہی وہ صورت ہے، جو شاہ جیلاں غوث پاک کی

ل روزنامہ ''مشرق'' گورکھپور مجریہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء بحوالہ ''دبدبہ سکندری'' رام پور ۳۰ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶

مجالس وعواعظ کی یاد دلا دیتی ہے، بے شک یہی مقام ہے من کان للہ کان اللہ لہ،
وہ خطبات وبیانات، جن کی طرف تاریخی حوالوں سے میں نے محض ایک اجمالی اشارہ کیا ہے، ضرورت ہے کہ ان مواعظ، ان نصائح ان تقاریر، ان خطبات، ان حکایات، ان بیانات کو جو کل کے کل علوم وعقائد کا سرتا پا خزانہ ہیں، جمع وترتیب اور طباعت کے مراحل سے گذرا جائے، سارا مواد
تاریخ وتذکرہ کے صفحات اور رسائل وجرائد کی قدیم فائلوں میں دفن ہیں، جو نا چیز کی نظروں سے گذر چکا ہے، کیا ہے کوئی سعادتمند؟ جو پرچم عزم وہمت لے کر نکلے، اور اس سعادت کے پورے رقبہ پر لہرا دے۔

☆

صبح کی سادگی پچھلی ہوتی ہے

مرد آتا ہے...... عورت آتی ہے...... کبھی کبھی بچے آتے ہیں
...دانے ڈالتے ہیں... چلے جاتے ہیں... گیہوں کے.... جو کے.... باجرے کے
آس پاس دیو قامت بلند نگیں کھڑی ہیں...... فلک بوس عمارتیں ہیں
ان کی چھتوں سے...... کھڑکیوں سے...... روشن دانوں سے...... بام ودر سے
کبوتر، جھنڈ کے جھنڈ...... ٹوٹ ٹوٹ کر آتے ہیں...... لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں
پھر جھوم جھوم کر اڑ جاتے ہیں
ان کے آنے جانے میں.... عجب سرور ہے.... سرمستیاں ہیں.... اٹھکھیلیاں ہیں
دو عمارتوں کے درمیان بنے ہوئے Garden چھوڑے ہوئے Space
اور Parking کا یہ خوشنما منظر...... متوجہ کر لیتا ہے مجھے بے ساختہ
میں اپنی آفس میں بیٹھا ہوتا ہوں...... کھڑکی کھلی ہوتی ہے
دل مچل اٹھتا ہے...... آنکھیں آب اشک سے وضو کرنے لگتی ہیں
میں گنگنانے لگتا ہوں :

کاش! کبوتر ہی میں بن کے رہا ہوتا

گنبد خضری کے پرنور مناروں میں

(پرواز خیال، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸،۳۹)

☆

صراحی !

تو بھری ہے...... پیالے خالی ہیں
وہ جھکے گی...... تو یہ بھریں گے
گلاس جھکتا جاتا ہے...... پیاسا پیتا جاتا ہے...... تھکتا جاتا ہے
ماں کا پستان، خالی ہوتا ہے...... تو بچے کا شکم سیر ہوتا ہے
پیڑ سہارا دیتا ہے...... تو بیل اوپر چڑھتی ہے
موم بتی پگھلتی ہے...... تو اجالا پھیلتا ہے
او پارساؤ!...... پرہیز گارو!!
تم صراحی بن جاؤ...... میں پیالہ ہوں
تم گلاس بن جاؤ...... میں پیاسا ہوں
تم پستان بن جاؤ...... میں بچہ ہوں
تم پیڑ بن جاؤ...... میں بیل ہوں
تم شمع بن جاؤ...... میں اندھیرا ہوں
بچے کو پالنا...... بچے کو بنانا...... روشن کو منور کرنا
تحصیل حاصل ہے یہ...... فعل عبث ہے یہ
لوہے کو کندن بناؤ...... خام کو خالص بناؤ
یہ ہے کمال فن

پرواز خیال، مطبوعہ لاہور، ص: ۳۹، ۴۰

ماخذ و مراجع

(وہ کتب، مقالات اور جرائد و رسائل، جن سے مستقلاً یا ضمناً اس کتاب کی تیاری میں مدد لی گئی ہے)

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبع	سن طباعت
۱	المعتقد المنتقد	مولینا فضل رسول بدایونی	مکتبہ ایشیق ترکی، استنبول	
۲	اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد	مولینا نقی علی خان	صبح صادق، سیتاپور	
۳	جواہر البیان فی اسرار الارکان	مولینا نقی علی خان	صبح صادق، سیتاپور	
۴	تفسیر سورہ الم نشرح	مولینا نقی علی خان	رضوی کتاب گھر، بھیونڈی	
۵	الاجازۃ المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ	امام احمد رضا خان	ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی	
۶	الاجازۃ الرضویہ لمبجل المکۃ البہیہ	امام احمد رضا خان		
۷	مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم	امام احمد رضا خان	صبح صادق، سیتاپور	

۸	افائے حرمین کا تازہ عطیہ	امام احمد رضا خان	مطبع اہلسنت و جماعت، بریلی	۱۳۲۸ھ
۹	الاستمداد علی اجیال الارتداد	امام احمد رضا خان	الرضا مرکزی دارالاشاعت، بریلی	۱۹۹۸ء
۱۰	ترجمہ [illegible] الفتی فی محامد امام العلماء	امام احمد رضا خان	صبح صادق سیتاپور	
۱۱	کشف العلة عن سمت القبلة	امام احمد رضا خان	امام احمد رضا لائبریری بریلی	۲۰۰۲ء
۱۲	الکلمة الملهمة فی رد الفلسفة القدیمة	امام احمد رضا خان	مطبوعہ دہلی	۱۹۷۴ء
۱۳	الدولة المکیة بالمادة الغیبیة	امام احمد رضا خان	مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی	۱۹۹۴ء
۱۴	کاسر السفیہ مع کفل الفقیہ	امام احمد رضا خان	ادارہ افکار حق، بائسی، پورنیہ	۱۹۹۴ء
۱۵	حدائق بخشش	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۷ء
۱۶	فتاوی رضویہ، دوم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۱۷	فتاوی رضویہ، سوم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۱۸	فتاوی رضویہ، چہارم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۱۹	فتاوی رضویہ، ششم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۲۰	فتاوی رضویہ، دہم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۲۱	فتاوی رضویہ، یازدہم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء

۲۲	فتاوی رضویہ، دوازدہم	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، بمبئی	۱۹۹۴ء
۲۳	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۴	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۴ء
۲۴	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۵	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۴ء
۲۵	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۶	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۴ء
۲۶	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۸	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۵ء
۲۷	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۹	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۴ء
۲۸	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۱۱	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۴ء
۲۹	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۱۳	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۷ء
۳۰	فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، ج: ۱۵	امام احمد رضا خان	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۹۹ء
۳۱	اللؤلؤ المکنون	مولانا سلامت اللہ	مطبع سعیدی، رام پور	۱۹۱۰ء
۳۲	تاریخ خاندان برکات	سید محمد میاں قادری	المجمع المصباحی، مبارکپور	۲۰۰۰ء

۳۳	روداد سال دوم	مولینا حسن رضا خان	مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی	۱۹۰۵ء
۳۴	سلامت اللہ لاہل السنۃ	مولینا حامد رضا خان	مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی	۱۳۳۲ھ
۳۵	الملفوظ	مولینا مصطفیٰ رضا خان	قادری کتاب گھر، بریلی	۱۹۹۵ء
۳۶	نزہۃ الخواطر	مولینا حکیم عبد الحی لکھنوی	مطبوعہ کراچی	۱۹۷۰ء
۳۷	حیات اعلیٰ حضرت	مولینا سید محمد ظفر الدین	مکتبہ رضویہ، کراچی	۱۹۹۳ء
۳۸	الجمل المعدد لتالیفات المجدد	مولینا سید محمد ظفر الدین	مطبع تحفہ حنفیہ، پٹنہ	۱۳۱۸ھ
۳۹	مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس	مولینا سید محمد ظفر الدین	ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ	۱۹۹۳ء
۴۰	دربار حق وہدایت	مولینا عبد الوحید فردوسی	مطبع تحفہ حنفیہ، پٹنہ	۱۳۱۸ھ
۴۱	دربار سراپا رحمت	مولینا حاجی لعل محمد مدراسی	مطبع تحفہ حنفیہ، پٹنہ	۱۳۱۹ھ
۴۲	تذکرہ کاملان رامپور	حافظ احمد علی شوق	مطبوعہ دہلی	۱۹۸۶ء
۴۳	سوانح اعلیٰ حضرت	مولینا بدر الدین رضوی	رضا اسلامک مشن، بریلی	۱۹۹۲ء
۴۴	حیات مولانا احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	۱۹۹۹ء
۴۵	خیابان رضا	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	عظیم پبلی کیشنز، لاہور	
۴۶	محدث بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	المختار پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۹۳ء

۴۷	آئینہ رضویات، ۲	ڈاکٹر محمد مسعود احمد / عبد الستار	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	
۴۸	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۸۸ء
۴۹	عشق ہی عشق	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مطبوعہ کراچی	۱۹۹۶ء
۵۰	خلفاء امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	رضا اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۸ء
۵۱	امام احمد رضا اور عالم اسلام	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	ادارہ مسعودیہ، کراچی	۲۰۰۰ء
۵۲	اکرام امام احمد رضا	مولینا برہان الحق رضوی / پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مجلس العلماء مظفر پور	۱۹۹۰ء
۵۳	امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری	مولینا شمس الحسن بریلوی	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	۱۹۸۶ء
۵۴	البریلویہ	مولینا احسان الٰہی ظہیر	المعہد الاسلامی الحنفی، بریلی	۱۹۸۹ء
۵۵	البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	مولینا عبد الحکیم شرف قادری	رضا دار الاشاعت، لاہور	۱۹۹۵ء
۵۶	خلفاء اعلیٰ حضرت	مولینا عبد الحکیم شرف قادری	رضا اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۸ء
۵۷	سیرت امام احمد رضا	مولینا عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری	پروگریسو بکس، لاہور	۱۹۹۵ء
۵۸	امام احمد رضا اور تصوف	مولینا محمد احمد مصباحی	المجمع الاسلامی، مبارک پور	۱۹۸۸ء
۵۹	امام احمد رضا کی فقہی بصیرت	مولینا محمد احمد مصباحی	المجمع الاسلامی، مبارک پور	۱۹۹۳ء
۶۰	امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	مولینا یٰسین اختر مصباحی	مطبوعہ الہ آباد	۱۹۷۷ء

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر	سن
۶۱	قاموس الکتب	مولوی عبدالحق	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۶۱ء
۶۲	تاریخ روہیلکھنڈ	مولینا عبدالعزیز بریلوی	مطبوعہ کراچی	۱۹۹۳ء
۶۳	علماء معقولات اور ان کی تصنیفات	مولینا عبدالسلام	خدا بخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۶ء
۶۴	حیات مفتی اعظم	مرزا عبدالوحید بیگ	ادارہ تحقیقات مفتی اعظم، بریلی	۱۹۹۰ء
۶۵	مجدد الامہ	مولینا سید شجاعت علی قادری	مطبوعہ کراچی	۱۹۷۹ء
۶۶	قرآن، سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	
۶۷	کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	۱۹۹۹ء
۶۸	تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت	محمد صادق قصوری / پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	۱۹۹۲ء
۶۹	آثار حکیم الامۃ	مولینا محمود حسن علوی		۱۹۷۷ء
۷۰	تذکرہ محدث سورتی	ڈاکٹر خواجہ رضی حیدر	سورتی اکیڈمی، کراچی	۱۹۸۱ء
۷۱	تذکرہ علماء اہل سنت	مولینا محمود احمد قادری	سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد	۱۹۷۲ء
۷۲	مکتوبات امام احمد رضا	مولینا محمود احمد قادری	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، بمبئی	۱۹۹۰ء

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر	سن
۷۳	شبلی معاندانہ تنقید کی روشنی میں	ڈاکٹر سید شہاب الدین	انجمن ترقی اردو، دہلی	۱۹۸۶ء
۷۴	مقالات، انوار رضا		شرکت حنفیہ لمیٹیڈ،	۱۹۷۷ء
۷۵	مصطفیٰ سے مصطفیٰ حیدر حسن تک	سید آل حسنین نظمی	لاہور مارہرہ شریف	
۷۶	تذکرہ علمائے ہند	مولینا رحمان علی	مطبع نول کشور	۱۳۳۲ھ
۷۷	مجدد اسلام بریلوی	مولینا نسیم بستوی	رضا اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۸ء
۷۸	مقالات یوم رضا ۳		رضا اکیڈمی، لاہور	
۷۹	شاہ احمد رضا بڑیچ	محمد اکبر اعوان	المختار پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۹۶ء
۸۰	امام احمد رضا اور علم حدیث	مولانا محمد عیسیٰ رضوی	رضوی کتاب گھر، دہلی	۱۹۹۹ء
۸۱	بساتین الغفران	ڈاکٹر حازم احمد محفوظ	رضا اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۸ء
۸۲	امام احمد رضا عالم اسلام کے عظیم مفکر	غلام جابر شمس مصباحی	امام احمد کانفرنس، ہبلی	۱۹۹۹ء
۸۳	کلیات مکاتب رضا، اول	غلام جابر شمس مصباحی	دارالعلوم قادریہ کلیر شریف	۲۰۰۵ء
۸۴	متعدد قلمی خطوط و مکتوبات	مملوکہ غلام جابر شمس مصباحی		

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

رسائل و جرائد

۸۵	ماہنامہ	"الرضا"	بریلی
۸۶	ماہنامہ	"یادگار رضا"	بریلی
۸۷	ماہنامہ	"اعلیٰ حضرت"	بریلی
۸۸	ماہنامہ	"سنی دنیا"	بریلی
۸۹	ماہنامہ	"رابطہ عالم اسلامی"	مکہ مکرمہ
۹۰	ماہنامہ	"حجاز جدید"	دہلی
۹۱	ماہنامہ	"کنز الایمان"	دہلی
۹۲	ماہنامہ	"قاری"	دہلی
۹۳	ماہنامہ	"معارف رضا"	کراچی
۹۴	ماہنامہ	"بنیان"	کراچی
۹۵	ماہنامہ	"ترجمان"	کراچی
۹۶	ماہنامہ	"جہان رضا"	لاہور
۹۷	ماہنامہ	"المیزان"	بمبئی
۹۸	ماہنامہ	"معارف"	اعظم گڈھ
۹۹	روزنامہ	"مشرق"	گورکھپور
۱۰۰	ہفت روزہ	"دبدبہ سکندری"	رام پور

۱۰۱	سہ ماہی	"افکار رضا"	بمبئی
۱۰۲	سال نامہ	"اہل سنت کی آواز"	مارہرہ مطہرہ
۱۰۳	سال نامہ	"معارف رضا"	کراچی
۱۰۴	مجلہ	"پیغام رضا"	سیتامڑھی، ۱۹۹۶ء

☆

چلچلاتی دھوپ میں...... کسان نے ہل چلایا...... کھیت جوتا
تیار کیا...... بیج ڈالا...... کھیتی اگائی...... نرائی کی...... پک کر کھیتی تیار ہوئی
فصل کاٹی...... کھیت سے کھلیان لایا...... شہر لے گیا
بھاؤ کیا...... بیچ دیا...... دام کھرے کئے...... سر میں کیا سودا سمایا
شہر کی عشرت و شہوت میں ڈوب گیا
نشہ ہرن ہوا...... تو دیہات لوٹا...... زمیندار نے کہا : حساب چکاؤ
حساب و کتاب وہ کیا چکاتا...... غبارے سے ہوا نکل گئی...... زمیندار نے زمین چھین لی
اوپر سے تاوان (جرمانہ) عائد کر دیا...... کسان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا
دولت والو ! ...... اقتدار والو !!
یہ دولت و اقتدار تمہارے ہاتھوں چند روز کی امانت ہیں
کان لگا کر سنو !
تم سے بھی اس امانت کا حساب لیا جائے گا
دیکھو! کسان کی حالت زار سامنے ہے
عبرت لو...... عبرت پکڑو!!

(پرواز خیال، مطبوعہ لاہور، ص ۵۸)

پروازِ خیال پر اظہارِ خیال

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی عربی فارسی اور اردو علوم و فنون کے عالم و فاضل ہیں۔ عمر ۳۳ سال ہے۔ مگر کام ماشاء اللہ عمر سے بہت زیادہ ہیں۔ بہت سی ڈگریاں ہیں، مگر غرور علم سے پاک ہیں۔ بہار یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کے لئے امام احمد رضا محدث بریلوی کی مکتوب نگاری پر تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ بس لکھتے چلے گئے۔ ایک دو نہیں، اس کام کے صدقے سترہ کتابیں لکھ ڈالیں۔ جن میں سے بعض کی دو، دو اور تین، تین جلدیں ہیں۔ دیندار خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کی زندگی عمل سے عبارت ہیں۔ وہ عہد جدید کے جوانوں کے لئے ایک چمکتی دمکتی مثال ہیں۔ کامیابیوں نے قدم چومے۔ بحیثیت طالب علم بھی کامیاب رہے اور بحیثیت استاد بھی۔ اور بحیثیت محقق و دانشور بھی کامیاب رہے۔ دنیا سے بے زار و بے نیاز، حق کے طلب گار، لگن کے پکے، ارادے کے پختہ، سیاست سے دور، صداقت شعار، سادہ و بے تکلف، غریب و غم خوار، دردمند و دم ساز۔

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی نے زندگی کو دولت و ثروت کے حوالے سے نہ دیکھا۔ جو اس حوالے سے دیکھتے ہیں، وہ زندگی سے نا آشنا رہتے ہیں۔ اتنی عظیم زندگی اور عظیم

یوں کی نذر کردی جائے؟ جانے والا چلا گیا۔ سب کچھ رہ گیا۔ ساتھ کچھ نہ لے گیا۔ کچھ لوگ تن کو دیکھتے ہیں' کچھ لوگ من کو دیکھتے ہیں' جو من کو دیکھتے ہیں وہ جہان کو دیکھتے ہیں اور جو جہاں کو دیکھتے ہیں انکی دیدار کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ بھی ہیں، جو ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ بھی ہیں، جو اپنی ساری کمائی گنواتے نہیں۔ وہ زندگی کی قدر کرنا جانتے ہیں، جس نے زندگی رب کریم کی بندگی اور حبیب لبیب ﷺ کی غلامی میں گزار دی، اس نے زندگی کی قدر پہچانی۔ بامراد ہے وہ، جس نے زندگی کی قدر پہچانی۔ نامراد ہے وہ جس نے زندگی کی ناقدری کی۔

ساون کی راتیں۔ پرسوز راتیں۔ ساون کے دن پرکیف دن۔ دل میں ہلچل مچی ہے۔ درد وسوز کا عالم غمزدوں سے پوچھئے۔ کیف وسرور کا عالم عاشقوں سے پوچھئے۔

غلام جابر مصباحی نے ساون کے شب وروز میں خیالوں کی فضاؤں میں پرواز کی ہے۔ کائنات کو دیکھا ہے۔ کائنات کو پرکھا ہے۔ خلوت میں رہتے ہوئے بھی جلوت کی سیر کی ہے۔ ان کی زندگی خلوت در انجمن ہے۔ انکا خیال ہوش در دم ہے۔ فکر پر بھی گھٹائیں چھائی ہیں۔ پھوار پڑتی ہے۔ بارش ہوتی ہے۔ کبھی بوندا بوندی۔ کبھی موسلا دھار۔ کبھی خیالوں کے سمندر میں طوفان آتے ہیں۔ کبھی جوار بھاٹا۔ کبھی پے در پے لہریں۔ رات کی تاریکی میں روشنی دکھتی ہوئی۔ تلواروں کی طرح تڑپتی ہوئی۔ مچلتی ہوئی، دیکھ دیکھ کر جی باغ باغ ہوتا ہے۔ روح وجد میں آتی ہے۔ عجب پر بہار منظر ہوتا ہے۔ یہاں عجب فضائیں ہیں۔ جہاں بے بال و پر بھی اڑا کرتے ہیں۔ جس طرح ٹکسال سے سکے گھڑ گھڑ نکالے جاتے ہیں، اسی طرح خیالوں کی دنیا میں الفاظ و حروف گھڑ گھڑ کر خود بخود نکلے چلے آتے ہیں۔ کوئی تکلف نہیں۔ جیسے کوئی بول رہا

ہو۔ جیسے کوئی لکھوا رہا ہو۔

ڈاکٹر غلام جابر مصباحی نے انہیں پرکیف فضاؤں میں ایک نادر کتاب لکھ ڈالی "پرواز خیال" اس کتاب کا "انتساب" "والدین کے نام کیا۔ جن کو سب بھول جاتے ہیں اور "نذر" بیوی بچوں کے نام کی' جن کے ذکر سے لوگ شرماتے ہیں۔ پھر اتفاقی اور الہامی فکر پارے۔ سوتوں کو جگانے والے' زندگی بنانے والے، کتاب کا ایک عنوان نہیں۔ یہ کتاب کوئی مقالہ نہیں۔ کوئی کتاب نہیں۔ کبھی کبھی الفاظ بھی مقالہ بن جاتے ہیں۔ کبھی کبھی جملے بھی کتاب بن جایا کرتے ہیں۔ "پرواز خیال" کو مقالات کا مجموعہ کہ لیجئے یا کتابوں کا ڈھیر کہ لیجئے۔ مگر کتابیں نظر نہیں آتیں۔ سب کچھ ڈھیر میں چھپا ہے۔ تلاش کرنے والے، جب تلاش کرتے ہیں، تو اس میں سب کچھ پاتے ہیں۔ یہاں شریعت وطریقت بھی ہے۔ عبادات واخلاقیات اور معاملات بھی ہیں۔ ترغیب وترہیب بھی ہے۔ دانائی اور حکمت بھی ہے۔ سوچ کا نچوڑ اور تجربوں کا حاصل بھی ہے۔ نصیحت وفضیحت بھی ہے، ماتم ایک شہر آرزو بھی ہے۔ یہاں دنیاں وآخرت بھی ہے، تاریخ وادب بھی ہے' سیرت وسوانح بھی ہے' نسائیات وجمالیات بھی ہے' نفسیات و عمرانیات اور سیاسیات بھی ہے' تنقید وتخیل بھی ہے' تمثیل وتشبیہ واستعارہ بھی ہے، مدح وہجو بھی ہے۔ خاکہ نگاری ومنظر نگاری اور شخصیت نگاری بھی ہے۔ فکر انگیزیاں وسحر طرازیاں اور جادو نگاریاں بھی ہیں۔ سوال بے جواب بھی ہے' جواب بے سوال بھی ہے۔ محسوسات ومشاہدات اور تجربات بھی ہیں' آپ بیتی وجگ بیتی بھی ہے' رذائل اور فضائل بھی ہیں' سفر وحضر بھی' سمندر وصدف بھی، قطرہ ودریا بھی، تفکر وتدبر بھی، حادثات وسانحات بھی ہے، زندگی کے نشیب وفراز بھی، خلوت وجلوت اور آرزوئیں، تمنائیں۔

بھی کچھ ہے۔ دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر جئیں گے، پڑھنے والے پڑھ پڑھ کے جئیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ

احقر محمد مسعود احمد

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

کلیات مکاتیب رضا (جلد: اول دوم) پر تاثرات

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی

صدر شعبہ اردو ڈاکٹر امبیڈکر یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

کلیات مکاتیب رضا، حصہ اول و دوم، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی تحقیقی کاوشوں کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ تحقیقی کام مستقل مزاجی، دماغ سوزی، صرفہ وقت، اور ہمہ وقتی انہماک وارتکاز کا متقاضی ہے۔ یہ چیزیں بالعموم عمر عزیز کے چہل سال گذر جانے کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن شمس مصباحی نے ابھی اپنی زندگی کی محض ۳۵ بہاریں دیکھی ہیں اور اتنا بڑا کام کر گئے۔ اس کو سراسر فضل رحمانی اور عطائے ربانی کے اور کیا کہا جائے۔ مزید حیرت ومسرت کی بات یہ ہے کہ ان کی تحویل میں تقریباً ڈیڑھ درجن تحقیقی مسودات منتظر اشاعت ہیں۔ خدا جانے وہ آدمی ہیں یا مشین! جو کام ایک ادارہ کے کرنے کا تھا، وہ تنہا کر چکے ہیں۔ بالفاظ دیگر ایک شخص نہیں، مستقل ادارہ معلوم ہوتے ہیں۔ لطف یہ کہ یہ کام انھوں نے کن حالات میں کیا ہے۔ خود انھیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہو؟

”میں نے یہ کام لوہے کا چنا ہی نہیں کہ وہ ہوتا، تو چبا تا، فاقوں کی لذتیں اُٹھا اُٹھا کر کیا ہے“ **آفریں بر ہمت مردانہ او۔**

امام احمد رضا کی مکتوب نگاری پر ڈاکٹر شمس مصباحی سے پہلے بھی

بعض مستند اصحاب علم وقلم نے قابل قدر کام کیے ہیں۔ لیکن تحقیق کی دنیا میں کوئی بات حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی۔ وقت کا کارواں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ نئے نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ تلاش وجستجو فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ اسی جذبہ بے اختیار وشوقِ جنوں کے تحت انھوں نے اپنا تحقیقی سفر شروع کیا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے امام احمد رضا کے بعض ایسے نادر مکاتیب حاصل کیے، جن سے اب تک لوگ قطعی طور پر ناواقف تھے۔ اس کی تفصیل ان کے مقدمے میں موجود ہے۔ تحقیق کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ متاعِ گم شدہ کی بازیافت کا نام ہے اور یہ کام مصنف نے کر دکھلایا ہے۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

مختصر یہ کہ تصحیح متن اور ترتیب وتدوین کا کام، جس محنت، مشقت، سلیقے اور نفاست سے انھوں نے کیا ہے۔ وہ ان کو صف اول کے محققین کی صف میں شامل کرنے کی سفارش کرتا ہے۔ خدائے عزوجل ان کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے، تاکہ وہ دین وسنیت کا زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دے سکیں۔ میں ان کو سُنّیوں کے قاضی عبدالودود کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ آمین ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

حضرت مفتی ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ایک نظر میں

از: محمد شرافت حسین رضوی پورنوی

نام: غلام جابر

قلمی نام: شمس مصباحی پورنوی

ولدیت: قاضی عین الدین رشیدی

پیدائش: ۱۸؍اپریل ۱۹۵۷ء

مقام ولادت: قاضی ٹولہ، ہری پور، امور، پورنیا، بہار

تعلیمی لیاقت:

☆ وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، بہار

☆ منشی، منشی کامل، عالم، فاضل، عربی فارسی بورڈ، الہ آباد، یوپی

☆ ادیب ماہر، ادیب کامل، جامعہ اردو علی گڈھ، یوپی

☆ عالم، فاضل، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڈھ، یوپی

☆ عالم، فاضل، جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف، یوپی

☆ ایم۔اے، اردو، مگدھ یونیورسٹی، بودھ، گیا، بہار

☆ پی، ایچ، ڈی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

موجودہ مشغلہ: درس وتدریس، تصنیف واشاعت، دعوت وتبلیغ

قلمی خدمات:

(۱) مسلک مختار (فکر رضا کے حوالے سے) ادارہ افکار حق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۲) فضائل رمضان وتلاوت (ہندی) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۳) اُجالا (ہندی ترجمہ) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۴) آئینہ امام احمد رضا (ایک دستاویزی تالیف) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۵) امام احمد رضا کی مکتوب نگاری (مقالہ پی، ایچ، ڈی)

(۶) کلیات مکاتیب رضا (تین جلدیں) اول، دوم مطبوعہ ۲۰۰۵ء

(۷) خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا (دو جلدیں)

(۸) حیات رضا کی نئی جہتیں

(۹) مسئلہ اذان ثانی ایک تحقیقی مطالعہ

(۱۰) تین تاریخی بحثیں

(۱۱) ندوۃ العلماء ایک تجزیاتی مطالعہ

(۱۲) تقریظات امام احمد رضا

(۱۳) اسفار امام احمد رضا

(۱۴) امام احمد رضا کے چند غیر معروف خلفاء

(۱۵) امام احمد رضا آداب والقاب کے آئینے میں

(۱۶) حکایات امام احمد رضا

(۱۷) مواعظ اما احمد رضا

(۱۸) چشم وچراغ خاندان برکات

(۱۹) سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی

(۲۰) مولانا عبد القادر بدایونی، حیات ومکتوبات

(۲۱) قاضی عبد الوحید فردوسی، حیات ومکتوبات

(۲۲) شخصیات ومکتوبات (دو جلدیں)

(۲۳) امام احمد رضا خطوط کے آئینے میں مطبوعہ ۲۰۰۶ء

(۲۴) پرواز خیال مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵ء

نوٹ: ۵ نمبر سے ۲۳ نمبر تک کی کتابیں امام احمد رضا کی حیات کے مختلف گوشوں کو سمجھنے کے لئے کلید کی حیثیت رکھتی ہیں جو ابھی منتظر طباعت ہیں۔

یہ ایک اجمال ہے۔ حضرت مفتی ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کے جہان حیات کا۔ اجمال پوری بات آشکار نہیں کرتا۔ تفصیل دفتر چاہتی ہے۔ چند سطور بایں طور معروض کہ اطناب بھی نہ ہو۔

بات مخفی بھی نہ رہے۔

ہری ہری کھیتیاں اور بھری بھری ندیاں ہیں، ان کی بستی "ہری پور" کے آس پاس۔ قاضی خاندان اس بستی کا معزز قبیلہ ہے۔ اسی معزز خاندان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کا گھرانا دیندار اور خوشحال ہے۔ ان کے والدین، دین پسند، علم دوست، علماء پرست، مہماں نواز، اخلاق وعمل، صبر ایثار کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ حضرت شمس

اس دور کی پیداوار ہیں۔ مگر ایمان ویقین، علم وحلم، خلق ومروت، صبر قناعت اور کم گوئی اسلاف جیسی پایا ہے۔ جسے وہ اپنے ماں باپ کی تربیت کا اثر قرار دیتے ہیں۔

ماں کی گود اولین مکتب ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم اسی مکتب سے شروع ہوئی۔ جو 'جامعہ اشرفیہ' مبارکپور اور 'بہار یونیورسٹی' مظفر پور میں جا کر پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ اس دوران وہ مختلف امتحانات دیتے رہے۔ امتیازی کامیابیاں ملتی رہیں۔ جس محنت ولگن، تلاش وجستجو سے دین ودانش میں انہوں نے کمال حاصل کیا۔ اسے انہوں نے ایک داستان کی صورت میں لکھی ہے۔ جو دلچسپ ہے اور دردناک بھی۔ چشم کشا ہے اور آئندہ نسل کے لئے بہترین رہنما بھی۔

ممبئی کے دامن میں قائم 'دارالعلوم اصلاح المسلمین' کلیان سے انہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ دارالعلوم مذکور کے صدر المدرسین حضرت مفتی عصمت بوبیرے مصباحی نے پہلے ہی سال انہیں اولی سے دورہ حدیث تک کی کتابیں پڑھانے کے لئے دے دیں۔ اس کڑی منزل میں وہ بہ خیر وخوبی کامیاب اترے۔ طلباء واساتذہ ان کے طریقۂ تعلیم، اصول تربیت سے مانوس ومتاثر ہوئے۔ طلباء میں انہوں نے تعلیم وتعلم کا ذوق بیدار کیا۔ مشقی بزموں میں ایک نئی طرح ڈالی "انجمن فیضان غوث الوریٰ" انہیں کی قائم کردہ ہے۔ جو بعد میں طلباء کے لئے کام کی سیڑھی ثابت ہوئی۔ 'جامعہ حنفیہ سنیہ رضویہ' کلیان اسی انجمن کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ جو واقعی قابل فخر ہے۔ وہ یہاں محض تین سال رہے۔ دو درجن سے زیادہ طلباء فارغ ہوئے جن کو وہ اپنی تدریسی زندگی کی اولیں فصل بہار مانتے ہیں۔ ان کے تلامذہ بھی ان سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

کالی کٹ، کیرلا میں مرکز الثقافۃ السنیہ عالمی شہرت یافتہ جامعہ ہے۔ جب

انہیں مرکز الثقافۃ سے پیش کش ہوئی، تو وہ وہاں تشریف لے گئے۔ تعلیم وتدریس کے فرائض باحسن وجوہ انجام دیئے۔ فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد ملیباری نے بھی ان سے وہی خدمت لی، کلیان میں جو خدمت حضرت مفتی عصمت بوبیرے نے لے رہے تھے۔ وہ وہاں شعبہ حنفی کے صدر رہے۔ اردو اور اردو داں کے معاملے میں وہ شیخ ابوبکر احمد کے معتمد خاص رہے۔ صدہا طلباء سیراب ہوئے۔ فارغین کی تعداد سیکڑوں سے بھی زائد ہوگی۔ 'رضا فاؤنڈیشن' کالیکٹ کے امین ورئیس منتخب ہوئے۔ ماہنامہ 'الثقافۃ' اردو کے وہ مدیر مسؤل نامزد ہوئے۔

شمال جنوب میں جو اجنبیانہ دیوار تھی، اسے راستے سے ہٹایا۔ شمال ہند کے اکابر جنوب تشریف لے گئے۔ جنوب کے معروف علماء شمال ہند پہونچے۔ یوں بچھڑے ہوئے دو سنی خاندان باہم بغلگیر ہوئے۔ جنوب میں امام احمد رضا کا تعارف ملیالم اور کرنڈ زبان میں مضامین وکتب کا چھپوانا، ان کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ بقول ڈاکٹر شمس مصباحی: یہ دیوار ہماری قائم کردہ تھی۔ ورنہ امام احمد رضا کے زمانے میں پورا جنوب امام احمد رضا کا ہم فکر، ہم عقیدہ تھا۔ یہ تفصیل ان کی کتاب 'امام احمد رضا اور علماء مدراس' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

وہ فرماتے تھے: پی ایچ ڈی کی ڈگری کا حصول ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل مقصد امام احمد رضا پر تحقیقی کام کرنا ہے۔ اس کے لئے وہ مصروفیتوں کے ہجوم میں بھی وقت نکال لیتے۔ پورے ہندوستان میں چپہ چپہ سفر کرتے۔ ہفتوں ہفتہ قیام کرتے۔ پاکستان تک سفر کیا۔ مواد وکتب اور مخطوطات ونوادرات کے حصول میں دن رات اور دریا وصحرا ایک کر دیا۔ بالآخر مواد کا انبار لگ گیا۔ اب مقالۂ تحقیق کم، دوسرے موضوعات

ان کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ جب فرصت ملتی، دن رات کام کرتے۔ ہم لوگوں سے کرواتے۔ مواد و مخطوطات کی کمی نہیں تھی۔ فائلیں بنتی گئیں۔ اشاریئے تیار ہوتے گئے۔ عنوانات بعد میں قائم ہوئے۔ کالی کٹ میں انہیں وقت کم ملتا تھا، تو اپنا مقصد دور سمجھ کر وہ بمبئی چلے آئے۔

یہاں انہوں نے کرایہ کا مکان لیا۔ ذاتی طور پر سارے مصارف برداشت کئے۔ گائڈ پروفیسر فاروق احمد صاحب نے جب تقاضہ کیا۔ کہ تھیسس submit کیجئے Duration ختم ہو رہا ہے۔ تو انہوں دو مہینے سے کم مدت میں مقالہ تیار کیا اور یونیورسٹی میں جمع کر دیا۔ تاہم ان کی رفتار قلم رکی نہیں۔ تا حال جاری ہے۔ فہرست کتب و تصانیف گواہ ہے۔

جب وہ بمبئی تشریف لائے۔ تو ان کے پاس دار العلوم کے ذمہ داران تشریف لائے۔ مسجد کے متولیان آئے۔ سب کو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ: مجھے ابھی ایک ڈیڑھ سال تک ملازمت نہیں کرنی ہے۔ اسی بیچ 'اہل سنت فیڈریشن آف آسٹریلیا' سے آفر آیا، تنخواہ ۳۵ ہزار بتائی گئی۔ پانچ ماہ تک اصرار ہوتا رہا، احباب نے بھی جانے کا مشورہ دیا۔ مگر وہ آسٹریلیا نہیں گئے۔ وہاں کے کاغذات و درخواست آج بھی موجود ہے۔ اپنے علمی کاموں میں عشق و جنوں کی حد تک ڈوبے رہے۔ حالانکہ ان دنوں وہ حد درجہ تنگ دستی کا شکار تھے۔ چاول ہوتا، تو دال نہیں، دال ہوتی، تو تیل نہیں۔ اس عالم میں بھی دیکھا، اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے، نہ ہی کسی سے کہیں دست سوال دراز کیا۔ حتیٰ کہ اپنے ماں جائی بھائی پر بھی یہ احوال کھلنے نہیں دیے۔ ان کی یہ پوری کہانی میری آنکھوں دیکھی ہے۔ عزم

محکم، عمل پیہم اور صبر و استغنا کی یہ ایک نادر مثال ہے۔ اس پورے سفر میں اپنے والدین کی خدمت تو وہ کیا کر
تے، اپنے اہل و عیال سے بھی قدرے بے اعتنائی برتتے دیکھی گئی۔

شیخ ابو بکر ملباری کے اصرار کے باوجود پھر وہ دوبارہ کالی کٹ نہیں گئے۔ اب مضافات بمبئی میں ایک ہائی اسکول میں وہ عارضی طور پر وابستہ ہیں۔ چھوٹی سی تنخواہ پاتے ہیں۔ جسے وہ گذارے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ شعور بیدار ہے، ضمیر زندہ ہے۔ غیرت و خودداری ان کی رگ و پے میں سرایت کی ہوئی ہے۔ دولت و ثروت، مادی ترقی، جبہ و دستار، یا کسی کی اونچی کلاہ سے وہ قطعاً مرعوب نہیں ہوتے۔ اوقات منضبط ہے۔ زندگی اصول پسند گذارتے ہیں۔ صوم صلوٰۃ قضا نہیں ہونے دیتے۔ فیشن زدہ مالدار اور دنیادار مولویوں سے وہ ملنا پسند نہیں کرتے۔ سیٹھوں کی صحبت و دعوت قبول نہیں کرتے۔ توڑ جوڑ، خوشامد و چاپلوسی کی گندی سیاست سے وہ کوسوں دور ہیں۔ موٹا جھوٹا پہنتے ہیں۔ روکھا پھیکا کھاتے ہیں۔ احباب و اعزا سے صرف کام کی بات کرتے ہیں۔ تکلف و تصنع پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ جو کرتے
ہیں۔ وہی بولتے ہیں۔ جو بولتے ہیں، اسے کر گذرتے ہیں۔ اسی کی تلقین و تعلیم دوسروں کو دیتے ہیں۔ وضع قطع، رکھ رکھاؤ، لباس و خوراک میں جو سادگی و بے تکلفی ہے۔ اور طبیعت میں جو خوشی و کم آمیزی ہے۔ وہ ان کی شخصیت کی گہرائی کا پتہ دیتی ہے۔

دین کا درد، ملت کی تڑپ اور فکر رضا کے گاڑھے چونے سے ان کا خمیر تیار ہوا ہے۔ ملت کی زبوں حالی، جماعت کے انتشار پر وہ آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں۔ وہ کہتے

ہیں: چھوٹے بڑوں کے احترام سے آزاد ہو گئے ہیں۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت کرنا بھول گئے ہیں۔ اتحاد نام کو نہیں۔ امام و مؤذن چار انگلیوں کے فاصلے پر ہوتے ہیں۔ مگر ان میں اتفاق نہیں۔ سچے جذبات کا فقدان ہے۔ عوام علماء سے بیزار ہیں۔ علماء ملت کے حقیقی مسائل سے بے خبر ہیں۔ پیروں نے ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجدیں بنالی ہیں۔ بمبئی سے بنگال تک ہمارا کوئی قائد نہیں، جس کی آواز پر سب نہیں، تو اکثریت لبیک کہہ سکے۔ قومی مسائل بے شمار ہیں۔ جماعتی کام بہت ہیں۔ مخلص کارکنان نظر نہیں آتے۔ ایسے ماحول میں خوشی سے اپنے حصے کا کام کرتے رہنا چاہئے۔ باقی خدا کے حوالے، بس۔ یہ باتیں ان کی تحریروں سے عیاں ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے والے بخوبی جانتے ہیں۔

ادارہ افکار حق، باسی، پورنیا، اس کی مطبوعات، ملک و بیرون ملک مجانا توزیع و تقسیم، جامع مسجد کسارا ضلع تھانا میں مدرسہ غوثیہ رضویہ کا قیام، کریم گنج، گیا، بہار میں جامعہ شمس العلوم کی نشاۃ ثانیہ، وہیں ایڈوکیٹ محمد سرتاج حسین رضوی کی حویلی میں رضا دارالمطالعہ کا قیام، میرا روڈ، ممبئی میں مرکز النور ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کا قیام ان کی کتاب زندگی کے تابناک اوراق ہیں۔

ان کی جو بھی کتابیں چھپی ہیں، قدر و استحسان کی نظر سے دیکھی گئی ہیں۔ ہندو پاک کے مؤقر جرائد میں ان کے مقالے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور قارئین کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ ان کی تحریر و اسلوب کے قدر دانوں میں چند نام بطور خاص لئے جا سکتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر سید امین میاں، حضرت
خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف

قادری، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد، حضرت مفتی حسن منظر قدیری، حضرت علامہ عبد المبین نعمانی
چڑیا کوٹی، علامہ قمر الحسن بستوی حال مقیم امریکہ، علامہ وارث جمال قادری ممبئی، علامہ اقبال احمد فاروقی لاہور، علامہ سید وجاہت رسول قادری کراچی، پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڈھ، شید شاہ طلحہ رضوی برق داناپوری،
ڈاکٹر شرر مصباحی اعظمی، ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی مرادآباد، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی شریف اور ان کے گائڈ ڈاکٹر پروفیسر فاروق احمد صدیقی صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی مظفر پور۔

بحمد اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ

باسمہٖ تعالیٰ

آج اس فقیر حقیر سید طلحہ رضوی برقؔ چشتی النظامی عفی عنہ کو لائق صد احترام جناب مولینا غلام جابر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے قلمی، تحقیقی کارنامے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

مجھے انتہائی مسرت ہے کہ رضویات پر جو تحقیقی وتاریخی مواد مصوف نے جاں کاہی وجاں فشانی سے جمع کیے ہیں۔ وہ دیگر محققین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے میں تو ان پر رشک کرتا ہوں اور فخر بھی کہ ہمارے گرہوں میں ایسے صوفی صفت مرداں ذی استعداد کس قدر خاموشی سے ٹھوس اور مضبوط کام کررہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر یہ مصرع صادق آتا ہے۔

ع مردے از غیب بروں آید کارے بکند

موصوف محترم کے اس کام کو تائیدایزدی حاصل ہے اور بزرگوں کی نگاہ کرم۔

میں فقیر خاکسار دعاؤں کے سوا اور کرہی کیا سکتا ہوں، رب تعالیٰ ان کی عمر وصحت وتوانائی میں اضافہ فرمائے اور ان سے دین متین ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا نمایا کام لے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

۷ مارچ ۲۰۰۴

فقط

دعا گوودعاجو

برقؔ عفی عنہ

نزیل، بمبئی

آج بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق اپریل ۲۰۰۵ء جمعہ کو اپنے قدیم محب مکرم حضرت مولانا غلام جابر صاحب شمسؔ مصباحی زید مجدہم سے ملاقات ہوئی۔

حسب عادت جب میں ان سے ان کی علمی ودینی خدمات کے متعلق سرگرمیاں دریافت کیا۔ تو انھوں نے ''رضویات'' کے تعلق سے وہ تمام تحریریں سامنے لاکر میز پر رکھ دیں۔ جنھیں مرتب کرنے میں موصوف نے کتنی جدوجہد اور کوشش ومحنت کی ہوگی۔ اس کا اندازہ کچھ وہی کرسکتے ہیں۔ جو اس راہ کے شناور ہیں۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ، کلیات مکاتیب رضا، خطوط مشاہیر، تین تاریخی مباحث، جیسی جمع وتالیف کا جب میں نے مطالعہ کیا اور مولانا مصوف کی دیگر مصروفیات کا جائزہ لیا۔ تو حیرت ہوئی کہ اتنی مشغولیات کے باوجود یہ تحریری کام کب کرتے ہوں گے۔ وہ بھی ایسی تحریر، جس کے اخذ واقتباس میں خون جگر صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ خاموش تحریری کاوشیں ''رضویات'' پر کام کرنے والوں کے لئے اہم مواد کی حیثیت کی حامل ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کی ان علمی وملی کارناموں کو قبول فرمائے اور انھیں مزید اس قسم کے تحقیقی کام کی توفیق بخشے۔ (آمین)

دعاء گوو جو

آل مصطفےٰ مصباحی

خادم تدریس وافتاء

جامع امجدیہ رضویہ، گھوسی

آج بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق اپریل ۲۰۰۵ء جمعہ کو اپنے قدیم محب مکرم حضرت مولانا غلام جابر صاحب شمس مصباحی زید مجدہ ہم سے ملاقات ہوئی۔

حسب عادت جب میں ان سے ان کی علمی و دینی خدمات کے متعلق سر گرمیاں دریافت کیا۔ تو انھوں نے ''رضویات'' کے تعلق سے وہ تمام تحریریں سامنے لاکر میز پر رکھ دیں۔ جنھیں مرتب کرنے میں موصوف نے کتنی جدو جہد اور کوشش و محنت کی ہوگی۔ اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتے ہیں۔ جو اس راہ کے شناور ہیں۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ، کلیات مکاتیب رضا، خطوط مشاہیر، تین تاریخی مباحث، جیسی جمع و تالیف کا جب میں نے مطالعہ کیا اور مولانا مصوف کی دیگر مصروفیات کا جائزہ لیا۔ تو حیرت ہوئی کہ اتنی مشغولیات کے باوجود یہ تحریری کام کب کرتے ہوں گے۔ وہ بھی ایسی تحریر، جس کے اخذ و اقتباس میں خون جگر صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ خاموش تحریری کاوشیں ''رضویات'' پر کام کرنے والوں کے لئے اہم مواد کی حیثیت کی حامل ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کی ان علمی و ملی کارناموں کو قبول فرمائے اور انھیں مزید اس قسم کے تحقیقی کام کی توفیق بخشے۔ (آمین)

دعاء گو و جو

آل مصطفےٰ مصباحی

خادم تدریس و افتاء

جامع امجدیہ رضویہ، گھوسی

تعلیماتِ اعلیٰ حضرت

دفع بلیات کے لئے نماز کی تاکید

ایک صاحب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی کچھ پریشانیوں، بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونے کا ذکر کر کے دعا اور کسی عمل و وظیفہ کے طالب ہوئے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

''مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اپنے گھر میں پابندیٔ نماز کی تاکید شدید رکھئے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں علاوہ ازیں ان کے ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت، جن دنوں میں عورتوں کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں ان میں بھی ان ۵ وقت کی آیۃ الکرسی نہ چھوڑنے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھیں بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔

وہابیوں سے بچوں کو پڑھوانا

وہابیوں سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا کیسا ہے؟ آئیے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے جواب طلب کریں، وہ جواب دیتے ہوئے نظر آئیں گے کہ (وہابیوں) یا کسی بدمذہب سے بچوں کو پڑھانا حرام حرام اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام (گناہ) قال اللہ تعالیٰ ''یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا'' اے ایمان والو! اپنے اور اپنے بچوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

سود خور کا حشر

مسلمانوں کا آپس میں سود لینا دینا دونوں حرام ہیں، اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ سود خور کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: ان کے پیٹ ایسے ہوں گے جیسے بڑے بڑے مکان اور شیشے کی طرح چمکیں گے کہ لوگوں کو ان کی حالت نظر آئے، ان میں سانپ اور بچھو بھرے ہوا کریں گے۔ حدیث صحیح میں ہے لعن رسول اللہ ﷺ اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء'' رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں''

دوسری حدیث میں ہے الربوا ثلاثۃ و سبعون حوبا ایسرھن ان یقع الرجل علی امہ'' سود تہتر گناہ کے برابر ہے جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

نرم روی کی ہدایت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: درشتی اور کھوری کے جو فوائد ہیں وہ نرمی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔

پیش کردہ: تحریک سنی دعوت اسلامی